قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابوسعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 24/فروری 2023ء | 3/شعبان 1444 ہجری قمری | 24/ تبلیغ 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:47

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴿۳۶﴾

(ابراہیم:36)

ترجمہ:اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے میرے ربّ! اس شہر کو امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

فرمانِ رسولؐ

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَا مِنۡ مَّوۡلُوۡدٍ اِلَّا یُوۡلَدُ عَلَی الۡفِطۡرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُہَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ اَوۡ یُمَجِّسَانِہٖ کَمَا تُنۡتَجُ الۡبَہِیۡمَۃُ بَہِیۡمَۃً جَمۡعَآءَ ہَلۡ تُحِسُّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ جَدۡعَآءَ

(مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا۔کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ یعنی بعد میں لوگ اس کا کان کاٹتے ہیں اور اسے عیب دار بنا دیتے ہیں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

ہنری مارٹن کلارک کے پڑپوتے کی گواہی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ایک مقدمہ قائم ہوا تھا۔ یہ بڑا مشہور مقدمہ ہے جو ایک پادری ہنری مارٹن کلارک نے قائم کیا تھا۔ اصل میں تو اس کے پیچھے اُس شکست کا بدلہ لینا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عیسائیوں کے درمیان ایک مباحثے میں عیسائیوں کو ہوئی تھی۔جس بحث کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب جنگِ مقدس میں ملتی ہے۔ یہ مقدمہ مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قتل کا جھوٹا مقدمہ قائم کر کے کیا تھا۔ اس کی تفصیل بھی آپ کی کتاب ’’کتاب البریہ‘‘ میں ملتی ہے۔ بہرحال اس مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس وقت کے جج کپتان ڈگلس نے باعزت بری کیا تھا۔ آپ نے اس جج کو پیلاطوس ثانی کا خطاب دیا۔ تو یہ بھی ایک لمبی تفصیل ہے۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اُس مقدمے میں بہت ذلیل ہوا تھا۔ بلکہ جج نے کہا تھا آپ ان کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ بھی کر سکتے ہیں۔ ان کے خلاف مقدمہ بھی کر سکتے ہیں۔ گزشتہ دنوں مجھے ہمارے آصف صاحب جو ایم ٹی اے کے ہیں انہوں نے بتایا کہ ہنری مارٹن کلارک کے پڑپوتے سے رابطہ ہوا ہے اور وہ مجھے ملنا چاہتا ہے۔ تو مَیں نے اُنہیں کہا کہ بڑی خوشی سے آجائیں۔ کسی دن اُن کو لے آئیں۔ چنانچہ وہ گزشتہ دنوں مجھے ملے۔ یہ ملنا تو شاید اتنا اہم نہیں۔ ایک ملاقات ہوتی ہے لوگ ملنے آتے رہتے ہیں لیکن جو باتیں اُنہوں نے کیں، اُن میں سے چند آپ کے سامنے بھی رکھتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی نشانی ہے۔ کس شان سے اللہ تعالیٰ آج بھی آپ کی تائید فرماتا ہے۔ میں نے باتوں باتوں میں جنگِ مقدس کے حوالے سے بات کی تو کہنے لگے کہ مَیں نے تو اس بارے میں حال ہی میں تحقیق کی ہے لیکن آج مجھے اندازہ ہوا ہے کہ ہنری مارٹن کلارک ماضی میں کھو گیا ہے۔ یہ اُن کے پڑپوتے کا بیان ہے کہ ہنری مارٹن کلارک ماضی میں کھو گیا ہے

بقیہ صفحہ 12 پر

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

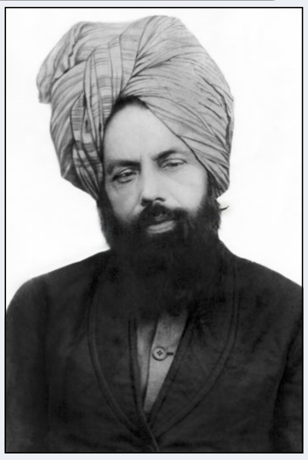

میرا انکار اللہ اور اس کے رسولؐ کا انکار ہے

’’میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذاللہ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرالیتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۱۰﴾ (الحجر:10) کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدیؐ سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذاللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ معاذاللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعہ:4) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی بلکہ مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اَلۡحَمۡدُ سے لے کر وَالنَّاس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ مَیں ازخود نہیں کہتا بلکہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔

اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے ’’اَنۡتَ مِنِّیۡ وَاَنَا مِنۡکَ‘‘۔ بے شک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے، ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے؟۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 364-365 ایڈیشن 2003ء)

اس شمارہ میں

- نفرتوں کی ہوگئی ہے اِنتہا اب دیس میں (منظوم)
- بنیادی مسائل کے جوابات
- دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
- احمدیت کا فضائی دور
- دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

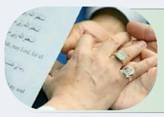

دربارِ خلافت

شریعت کی غرض انسان کے بوجھوں کو کم کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دین اور مذہب ان کی آزادی کو سلب کرتا ہے اور ان پر پابندیاں لگاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ (الحج:79) یعنی دین کی تعلیم میں تم پر کوئی بھی تنگی کا پہلو نہیں ڈالا گیا بلکہ شریعت کی غرض تو انسان کے بوجھوں کو کم کرنا اور صرف یہی نہیں بلکہ اسے ہر قسم کے مصائب اور خطرات سے بچانا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ دین یعنی دین اسلام جو تمہارے لئے نازل کیا گیا ہے اس میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو تمہیں مشکل میں ڈالے بلکہ چھوٹے سے چھوٹے حکم سے لے کر بڑے سے بڑے حکم تک ہر حکم رحمت اور برکت کا باعث ہے۔ پس انسان کی سوچ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام غلط نہیں ہوسکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہو کر ہم اس کے حکموں پر نہیں چلیں گے تو اپنا نقصان کریں گے۔ اگر انسان عقل نہیں کرے گا تو شیطان جس نے روزِ اول سے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں انسانوں کو گمراہ کر کے نقصان پہنچاؤں گا وہ انسان کو تباہی کے گڑھے میں گرائے گا۔ پس اگر اس کے حملے سے بچنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننا ضروری ہے۔ بعض باتیں بظاہر چھوٹی لگتی ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کو معمولی سمجھنے کی وجہ سے ان کے نتائج انتہائی بھیانک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ پس ایک مومن کو کبھی بھی کسی بھی حکم کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہئے۔

آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی اکثریت دین سے دور ہٹ گئی ہے اس لئے ان کے برائی اور اچھائی کے معیار بھی بدلتے جا رہے ہیں۔ مثلاً اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ آزادی اور فیشن کے نام پر عورتوں مردوں میں ننگ عام ہو رہا ہے۔ ترقی یافتہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ کھلے عام بے حیائی کی جائے۔ حیا نام کی کوئی چیز نہیں رہی اور ظاہر ہے اس کا اثر پھر ہمارے بچوں اور بچیوں پر بھی ہو گا جو یہاں رہتے ہیں اور کچھ حد تک ہو بھی رہا ہے۔

بعض بچیاں جب جوانی میں قدم رکھنے لگتی ہیں تو مجھے لکھتی ہیں کہ اسلام میں پردہ کیوں ضروری ہے؟ کیوں ہم تنگ جین اور بلاؤز پہن کر بغیر برقع کے یا کوٹ کے گھر سے باہر نہیں جا سکتیں؟ کیوں ہم یہاں یورپ کی آزاد لڑکیوں جیسا لباس نہیں پہن سکتیں؟

پہلی بات تو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اگر ہم نے دین پر قائم رہنا ہے تو پھر ہمیں دینی تعلیمات پر عمل کرنا ہو گا۔ اگر ہم نے یہ اعلان کرنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور دین پر قائم ہیں تو پھر پابندی بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر، ان کے حکموں پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب امور الایمان حدیث 9)

پس حیادار لباس اور پردہ ہمارے ایمان کو بچانے کے لئے ضروری ہے۔ اگر ترقی یافتہ ملک آزادی اور ترقی کے نام پر اپنی حیا کو ختم کر رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دین سے بھی دُور ہٹ چکے ہیں۔ پس ایک احمدی بچی جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے اس نے یہ عہد کیا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی۔ ایک احمدی بچے نے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے، ایک احمدی شخص نے، مرد نے، عورت نے مانا ہے، اس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے اور یہ مقدم رکھنا اُسی وقت ہو گا جب دین کی تعلیم کے مطابق عمل کریں گے۔ یہ بھی ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ہر بات کھول کھول کر بیان فرما دی ہے۔ چنانچہ اس بے پردگی اور بے حیائی کے بارے میں آپ ایک جگہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق وفجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفّت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصّہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہو گا۔ مَردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا خوف رہا ہے، نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مَردوں کی اخلاقی حالت درست کرو۔ اگر یہ درست ہو جاوے اور مَردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکیں تو اُس وقت اِس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں۔ ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔ اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے۔ کم از کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مَردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 134-135 ایڈیشن 1985ء)

(خطبہ جمعہ 13/ جنوری 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

نفرتوں کی ہو گئی ہے اِنتہا اب دیس میں

نفرتوں کی ہو گئی ہے اِنتہا اب دیس میں
چیرتے رہتے ہیں قبروں کی قبا اب دیس میں

وہ خُدا جو دیکھتا اور بولتا، سُنتا بھی ہے
مانتے ہیں وہ کہاں ایسا خُدا اب دیس میں

اُٹھ گیا صدق و صفا اِس دیس کے ہر دل سے ہے
ہر بُرائی کرنے کا ہے حوصلہ اب دیس میں

مسجدیں مسمار کرتے ہیں، جلا دیتے ہیں گھر
آسماں لائے گا کوئی زلزلہ اب دیس میں

حق کی ہر آواز کو زندان میں ڈالے ہوئے
جبر کی چلتی اک ظالم ہے ہوا اب دیس میں

خونِ ناحق اس کی گلیوں میں ہے بہتا آئے دن
قاتلوں کو چھوڑتی ہے عدلیہ اب دیس میں

ہجرتوں پہ ہجرتیں کرنے پہ ہیں مجبور لوگ
لاجرم رہنا بہت مشکل ہوا اب دیس میں

اِک قیامت کی خبر دیتی ہوا کی چاپ ہے
آ رہا ہے پھر سے کوئی کربلا اب دیس میں

خاکی وردی کو محافظ ہم سمجھتے ہیں عبادؔ!
بے وفاؤں کو ہیں کہتے سب بُرا اب دیس میں

خواجہ عبدالجلیل عبادؔ۔ جرمنی

مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

بنیادی مسائل کے جوابات

نمبر 48

سوال:۔ کینیڈا سے ایک دوست نے قرآنی آیت وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الۡاَرۡضِ لِیُفۡسِدَ فِیۡهَا وَیُهۡلِکَ الۡحَرۡثَ وَالنَّسۡلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الۡفَسَادَ ﴿۲۰۶﴾ یعنی جب وہ صاحبِ اختیار ہوجائے تو زمین میں دوڑا پھرتا ہے تا کہ اس میں فساد کرے اور فصل اور نسل کو ہلاک کرے جبکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔(البقرہ:206) سے حرث ونسل کی تباہی سے مراد DNA اور RNA میں چھیڑ چھاڑ کرنے کے نتیجہ میں انسانوں میں ہونے والی جسمانی، ذہنی اور ایمانی تبدیلی کی کوشش کے معانی اخذ کر کے اس بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے راہنمائی چاہی جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 24/ نومبر 2021ء میں اس سوال کے بارہ میں درج ذیل ہدایات فرمائیں۔حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق قرآن کریم قیامت تک کیلئے بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے نازل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (سورۃ الحجر:22) یعنی ہمارے پاس ہر چیز کے (غیر محدود) خزانے ہیں۔لیکن ہم اسے (ہر زمانہ میں اس کی ضرورت کے مطابق) ایک معین اندازہ کے مطابق نازل کرتے ہیں۔

سائنسی نقطۂ نظر سے آپ نے اس آیت کے جو معانی بیان کئے ہیں، وہ ٹھیک ہیں۔ ان میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ DNA میں چھیڑ چھاڑ کے نتیجہ میں انسانی تباہی کے مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بعض مواقع پر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''الہام، عقل، علم اور سچائی'' میں بھی جینیاتی انجینیرنگ کے عنوان کے تحت انسانی تخلیق میں اس قسم کی منفی چھیڑ چھاڑ کی کوشش کے بارہ میں دنیا کے سائنسدانوں اور حکومتوں کو انتباہ فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے اپنے وقتوں میں اس آیت کی جو نہایت بصیرت افروز تفاسیر فرمائی ہوئی ہیں، ان میں بھی اس قسم کی منفی انسانی تدابیر اختیار کرنے کے بارہ میں انذار فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ایسے لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں بادشاہت مل جاتی ہے یعنی وہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ طاقتوں سے کام لے کر حکومت پر قابض ہو جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ رعایا اور ملک کی خدمت کریں بجائے اس کے کہ لوگوں کے دلوں میں سکینت اور اطمینان پیدا کریں وہ ایسی تدابیر اختیار کرنی شروع کر دیتے ہیں جن سے قومیں قوموں سے، قبیلے قبیلوں سے اور ایک مذہب کے ماننے والے دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے لڑنے جھگڑنے لگ جاتے ہیں اور ملک میں طوائف الملوکی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ ایسے طریق اختیار کرتے ہیں جن سے ملک کی تمدنی اور اخلاقی حالت تباہ ہو جاتی ہے اور آئندہ نسلیں بیکار ہو جاتی ہیں۔ حرث کے لغوی معنے تو کھیتی کے ہیں مگر یہاں حرث کا لفظ استعارۃً وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جتنے ذرائع ملک کی تمدنی حالت کو بہتر بنانے والے ہوتے ہیں ان ذرائع کو اختیار کرنے کی بجائے وہ ایسے قوانین بناتے ہیں جن سے تمدن تباہ ہو۔ اقتصاد برباد ہو۔ مالی حالت میں ترقی نہ ہو۔ اس طرح وہ نسلِ انسانی کی ترقی پر تبر رکھ دیتے ہیں اور ایسے قوانین بناتے ہیں جن سے آئندہ پیدا ہونے والی نسلیں اپنی طاقتوں کو کھو بیٹھتی ہیں اور ایسی تعلیمات جن کو سیکھ کر وہ ترقی کر سکتی ہیں ان سے محروم ہو جاتی ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 453-454)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے خطبات جمعہ مورخہ 28/ جولائی 1972ء اور 11/ اگست 1972ء میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 206 کی تشریح میں انسان کو عطاء ہونے والی خداداد استعدادوں اور طاقتوں کے غلط اور مفسدانہ استعمال کو نوع انسانی کیلئے مضر قرار دیتے ہوئے اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بنی نوع انسان کو متنبہ فرمایا ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں خطبات ''خطبات ناصر'' جلد چہارم میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ وہاں سے ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

سوال:۔ امریکہ سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ انسان کو کس حد تک اسلام، قرآن کریم اور جماعت کے بارہ میں سوال اٹھانے کی اجازت ہے۔ مزید یہ کہ میں نے اپنے مربی صاحب سے اسلام سے قبل سود کی حرمت کے بارہ میں، نیز حج کے موقعہ پر عورتوں اور مردوں کے اکٹھے نماز پڑھنے کے بارہ میں سوال کیا لیکن مربی صاحب نے ان سوالوں کا تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ اسی طرح اس دوست نے لجنہ کی حضور انور کے ساتھ ایک ملاقات میں ایک سوال پر حضور انور کے جواب کہ ''مذہب کے معاملہ میں کیوں اور کس لئے کا سوال نہیں ہے۔'' کا بھی ذکر کر کے اس بارہ میں حضور انور سے راہنمائی چاہی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 26/ نومبر 2021ء میں اس سوال کے بارہ میں درج ذیل تفصیلی ہدایات فرمائیں۔ حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ اسلام نے زیادتی علم کیلئے سوال کرنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۴﴾ (النحل:44)

یعنی اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔

لیکن کج بحثی کی خاطر لغو، بیہودہ اور بے ادبی والے سوال کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡ اَشۡیَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَکُمۡ تَسُؤۡکُمۡ (المائدہ:102) یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو وہ تمہیں تکلیف میں ڈال دیں۔ اسی طرح فرمایا۔ اَمۡ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَکُمۡ کَمَا سُئِلَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ (البقرہ:109) یعنی کیا تم اپنے رسول سے اسی طرح سوال کرنا چاہتے ہو جس طرح (اس سے) پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے تھے۔

چنانچہ صحابہ رسول ﷺ سوال کرنے کے بارہ میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خود سوال نہ کرتے بلکہ انتظار کرتے تھے کہ کوئی اعرابی آئے اور حضور ﷺ سے سوال پوچھے تا کہ ہم وہ باتیں سن کر اپنا علم بڑھالیں۔ پھر حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہؓ کی اس علمی تشنگی کو اس طرح دور فرما دیتا کہ بعض اوقات حضرت جبرائیل کو انسان کی شکل میں بھیجتا اور وہ حضور سے سوال کرتے اور حضور ﷺ ان سوالوں کے جواب دیتے۔ جس سے صحابہ اپنی علمی پیاس بجھا لیتے۔

(صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن باب قَوۡلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سوال کرنے کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کو نکالتے نہیں اور پوچھتے نہیں جس سے وہ اندر ہی اندر نشو نما پاتا رہتا ہے اور پھر اپنے شکوک اور شبہات کے انڈے بچے دیدیتا ہے اور روح کو تباہ کر دیتا ہے۔ ایسی کمزوری نفاق تک پہنچا دیتی ہے کہ جب کوئی امر سمجھ میں نہ آوے تو اسے پوچھا نہ جاوے اور خود ہی ایک رائے قائم کر لی جاوے۔ میں اس کو داخل ادب نہیں کرتا کہ انسان اپنی روح کو ہلاک کر لے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر سوال کرنا بھی مناسب نہیں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

(الحکم جلد 7 نمبر 13 مورخہ 10/ اپریل 1903ء صفحہ 1)

پس سوال کرنا تو منع نہیں اور اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو ضرور پوچھنی چاہئے لیکن ہر بات میں بحث اور تکرار کیلئے سوال در سوال کی عادت بنالینا بھی ٹھیک نہیں۔

پھر یہ بات بھی مدنظر رہنی چاہئے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کی طرف سے نازل ہونے والی تعلیمات پر مبنی کتاب ہے اور یہ حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی حکمتوں اور اس کی گہرائیوں کو سمجھنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں انسانی کوششوں سے روز بروز نئی تحقیقات سامنے آتی رہتی ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تعلیمات اور اس کے احکامات کے نئے نئے پہلو اور حکمتیں بھی ہر زمانہ میں کھلتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (الحجر:22) یعنی ہمارے پاس ہر چیز کے (غیر محدود) خزانے ہیں۔ لیکن ہم اسے (ہر زمانہ میں اس کی ضرورت کے مطابق) ایک معین اندازہ کے مطابق نازل کرتے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بات بھی سمجھادی کہ قرآن کریم چونکہ ایک دائمی کلام ہے اور اس میں قیامت تک کیلئے انسانوں کی فلاح، ہدایت اور راہنمائی کیلئے تعلیمات موجود ہیں، جن کا ہر زمانہ میں حسب ضرورت استخراج ہوتا رہے گا۔ اس لئے ضروری نہیں کہ ایک وقت میں اس کی ساری باتیں کسی انسان کو سمجھ آ جائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایک کامل کتاب ہے جو نوع انسانی کو دی گئی ہے اور ہمیشہ کیلئے ان کی راہنمائی کرے گی۔ کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ انہیں قرآن کے علاوہ کسی اور ہدایت اور راہنمائی کی ضرورت پیش آئے۔ قرآن کریم نے آئندہ کی خبریں دی ہیں اور ہر صدی کے متعلق قرآن کریم میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جو اپنے وقتوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔۔۔ اس کامل

کتاب کے نزول پر اب قریباً چودہ سو سال گزر چکے ہیں۔ اس کا ماضی بھی عملاً یہ بتاتا ہے کہ مستقبل میں بھی خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ سے انسان کے ساتھ یہی سلوک کرے گا کہ نئے سے نئی باتیں قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے مطابق ظہور میں آئیں گی اور پیشگوئیاں پوری ہوں گی، جب نئے مسائل پیدا ہوں گے قرآن کریم کی نئی تفسیر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو سکھائے گا، اپنے مقربین اور اپنے محبوب بندوں کو اور پھر وہ ان مسائل کو حل کریں گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جولائی 1977ء خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 113)

قرآن کریم ایک اور مقام پر اس بارہ میں اس طرح ہماری راہنمائی فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ؃ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘؔ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۸﴾ (آل عمران:8) یعنی وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اُسی میں سے محکم آیات بھی ہیں، وہ کتاب کی ماں ہیں اور کچھ دوسری متشابہ (آیات) ہیں۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ چاہتے ہوئے اور اس کی تاویل کی خاطر اُس میں سے اس کی پیروی کرتے ہیں جو باہم مشابہ ہے حالانکہ اللہ کے سوا اور اُن کے سوا جو علم میں پختہ ہیں کوئی اُس کی تاویل نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لے آئے، سب ہمارے ربّ کی طرف سے ہے اور عقلمندوں کے سوا کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

میرے نزدیک ہر شخص کیلئے کوئی حصہ کسی متکلم کے کلام کا محکم ہوتا ہے یعنی جو خوب طور سے سمجھ آ جاتا ہے اور کوئی حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے معنے سمجھنے میں دقتیں پیش آتی ہیں اور بوجہ اس کے مجمل رکھنے کے کئی معنے ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص پر یہ حالت گزرتی ہے۔ اللہ نے اس کے متعلق یہ راہ دکھائی ہے کہ جو آیات ایسی ہیں کہ جن کی خوب سمجھ آ جائے اور تجربہ و عقل و مشاہدہ اس کے خلاف نہ ہو وہ تو محکم سمجھ لو۔ پھر وہ آیات جن کے معنے سمجھ میں نہیں آئے ان کے معنے ایسے نہ کرے جو ان محکم آیات کے خلاف ہوں۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ بعض آیات خوب سمجھ میں آ جاتی ہیں اور بعض کے معنے جلد نہیں کھلتے۔ اس کیلئے ایک گر بتایا ہے۔۔۔ فرماتا ہے جن کو یہ خواہش ہے کہ وہ راسخ فی العلم ہو جاویں وہ محکموں کو معاً مان لیتے اور متشابہ کا انکار نہیں کرتے بلکہ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا کہتے ہیں۔ یعنی دونوں پروردگار کی طرف سے مانتے ہیں۔ پس وہ متشابہ کے ایسے معنی نہیں کرتے جو محکم کے خلاف ہوں بلکہ ہر جگہ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا کا اصول پیش نظر رکھتے ہیں۔ کوئی آیت ہو اس کے خواہ کتنے معنے ہوں مگر ایسے معنے نہ کرنے چاہئیں جو محکم کے خلاف ہوں۔ دوسرا طریق دعا کا ہے وہ یوں بتایا کہ رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا یعنی اے ہمارے رب ہمیں کجی سے بچا لے۔ یعنی قرآن کے معنے اپنی خواہشوں کے مطابق نہ کریں۔

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 447-448)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

قرآن عظیم میں مُتَشٰبِهٰتٌ بھی ہیں جو تاویل کی محتاج ہیں۔ ان مُتَشٰبِهٰتٌ کی بہت سی باتیں بعض استعارات کے پردہ میں محجوب ہیں اور اپنے اپنے وقت پر آ کر کھلتی ہیں اور جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا تھا یہ قرآن کریم کی عظمت ہے، بہت بڑی عظمت کہ وہ ایک ایسا کلام ہے جس نے قیامت تک کیلئے انسان کی بہتری کے سامان کر دیئے۔ ہر صدی کا، ہر زمانہ کا، ہر علاقہ کا، ہر ملک کا انسان قرآن کریم کا محتاج اور اس کی احتیاج سے وہ کبھی بھی آزاد نہیں ہو سکتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جولائی 1977ء خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 114-115)

پس مذکورہ بالا ارشادات سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ دینی معاملات میں سے اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے اور کسی دوسرے کے جواب سے بھی تسلی نہ ملے تو ایسی صورت میں ایک تو قرآن و حدیث کی محکم صداقتوں پر خود غور و تدبر کر کے ان مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا کرتے ہوئے اور اس کے آگے جھکتے ہوئے ان مسائل کے بارہ میں اسی سے راہنمائی طلب کرنی چاہئے۔

باقی جہاں تک آپ کے سوالات کا تعلق ہے تو لجنہ اماء اللہ جرمنی کے ساتھ ملاقات میں جو میں نے سیکرٹری صاحبہ ناصرات کو ناصرات کی تربیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ’’مذہب کے معاملہ میں کیوں اور کس لئے کا سوال نہیں ہے۔ ایمان بالغیب بچپن میں ہی ان کے ذہنوں میں ڈالنا چاہیے۔‘‘ اس کا بھی یہی مطلب تھا کہ مذہب کے معاملہ میں بعض امور بڑے واضح ہوتے ہیں جو آسانی سے سمجھ آ جاتے ہیں لیکن بعض امور کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لامحدود علم کی بناء پر ایمان بالغیب کے پردہ میں رکھا ہے، جن کی حقیقت کو سمجھنا یا ان کا احاطہ کرنا انسان کے بہت ہی محدود علم کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا مذہبی احکامات کے معاملہ میں جس طرح ہم آسانی سے سمجھ آ جانے والے احکامات کی پابندی کرتے اور ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناتے ہیں، اسی طرح ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ان احکامات کی بھی اسی طرح اطاعت کریں جن کا ایمان بالغیب کے ساتھ تعلق ہے اور ان کے بارہ میں بلاوجہ اپنے ذہنوں میں شکوک و شبہات کو جگہ نہ دیں۔

اسلام سے قبل سود کی حرمت نیز حج کے موقعہ پر مردوں اور عورتوں کا اکٹھے نماز وغیرہ پڑھنے کے بارہ میں آپ کے سوالات کا جواب یہ ہے کہ یہ بات درست ہے کہ اسلام سے پہلے یہود میں بھی سود کی ممانعت تھی۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے یہود کے سود لینے کی وجہ سے جس سے انہیں روکا گیا تھا، ان پر وہ پاکیزہ چیزیں بھی حرام کر دیں جو اس سے پہلے ان کیلئے حلال کی گئی تھیں۔

(النساء:162)

عہد نامہ قدیم کی بہت سی کتابوں میں بھی سود کی ممانعت بیان ہوئی ہے۔ لیکن استثناء میں غیر اسرائیلی اور پردیسیوں سے سود لینے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا کہ ’’تم اپنے بھائی سے سود وصول نہ کرنا خواہ وہ روپوں پر، اناج پر یا کسی ایسی شے پر ہو جس پر سود لیا جاتا ہو۔ تم چاہو تو پردیسیوں سے سود وصول کرنا لیکن کسی اسرائیلی بھائی سے نہیں۔‘‘

(استثناء 23/20-21)

قرآن کریم کے بیان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر بھی سود کو حرام قرار دیا تھا لیکن انہوں نے بعد میں جس طرح خدا تعالیٰ کے دیگر احکامات میں اپنی مرضی سے تحریف کی اس حکم میں بھی تحریف کرتے ہوئے غیر یہود سے سود لینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ عذاب الٰہی کے مورد ہوئے۔

اس کے مقابل پر اسلام میں جس طرح دیگر برائیوں کی بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ممانعت فرمائی گئی ہے، سود کے بارہ میں بھی قرآن کریم نے کھول کھول کر اس کی حرمت بیان فرمائی اور سودی لین دین کی قباحتوں کو ہر پہلو سے بیان کرتے ہوئے اسے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا اور مسلمانوں کو اس سے کلیۃً اجتناب کرنے کی ہدایت فرمائی۔ پھر آنحضور ﷺ نے بھی مختلف مواقع پر سود کی شناعت بیان فرمائی اور سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی دستاویزات تیار کرنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت کی۔ (صحیح مسلم کتاب المساقاۃ بَاب لَعۡنِ آكِلِ الرِّبَا وَمُؤۡكِلِهِ) نیز اپنے معرکۃ الآراء خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر سود کی حرمت بیان کرتے ہوئے پرانے تمام سودی لین دین کے خاتمہ کا اعلان فرمایا۔

(سنن ابی داؤد کتاب البیوع بَاب فِي وَضۡعِ الرِّبَا)

اسی طرح آپ ﷺ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی سودی لین دین کے گناہ کی سنگینی بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سؤر کا کھانا بحالت اضطرار جائز رکھا ہے مگر سود کیلئے نہیں فرمایا کہ بحالت اضطرار جائز ہے۔

(اخبار بدر قادیان نمبر 5 جلد 7 مؤرخہ 6/ فروری 1908ء صفحہ 6)

خانہ کعبہ میں عورتوں اور مردوں کی نماز کیلئے الگ الگ جگہ مقرر ہوتی ہے۔ اوائل اسلام میں حضور ﷺ کے عہد مبارک میں بھی عورتیں مردوں سے الگ اس طرح نماز پڑھتی تھیں کہ ان کی صفیں مسجد میں سب سے آخر پر ہوتی تھیں، ان کے آگے بچوں کی صف ہوتی اور پھر بچوں کے آگے مردوں کی صفیں ہوتی تھیں۔

اسی طرح خانہ کعبہ کے طواف کے وقت بھی اگرچہ مرد و خواتین طواف اکٹھا ہی کرتے تھے۔ لیکن عورتیں مردوں سے الگ رہتی تھیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب ابن ہشام (گورنر مکہ) نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء بن ابی رباح نے اس سے کہا کہ تم انہیں کیسے روک سکتے ہو جب کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج نے مردوں کے ساتھ طواف کیا۔ (ابن جریج کہتے ہیں) میں نے (عطاء سے) پوچھا، یہ بات پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد کی ہے یا پہلے کی؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہاں مجھے اپنے عقیدہ کی قسم، میں نے پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد ان کو اس طرح طواف کرتے دیکھا ہے۔ (ابن جریج کہتے ہیں) میں نے کہا عورتیں مردوں سے کیسے مل جل جاتی تھیں؟ انہوں نے کہا عورتیں ملتی جلتی نہ تھیں۔ حضرت عائشہؓ لوگوں سے ایک طرف جدا طواف کرتیں، ان سے ملا جلا نہیں کرتی تھیں۔ ایک عورت نے ان سے کہا، ام المومنین چلیں حجر اسود کو بوسہ دیں۔ انہوں نے کہا تم جاؤ اور انکار کر دیا۔ عورتیں رات کو اس طرح باہر نکلتیں کہ پہچانی نہ جاتیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتیں۔ البتہ جب بیت اللہ میں داخل ہونے لگتیں تو باہر ٹھہر جاتیں اور مردوں کو باہر کر دیا جاتا تو وہ اندر جاتیں۔

(صحیح بخاری کتاب الحج بَاب طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ)

علاوہ ازیں ابتداء میں شریعت نے حج اور عمرہ وغیرہ میں عورت کے ساتھ اس کے محرم کے ہونے کی جو شرط رکھی تھی، اس میں ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ حج اور عمرہ کے موقع پر جبکہ لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم ہوتا ہے تو اس ہجوم میں عورت کا محرم اس کا ہاتھ وغیرہ پکڑ کر اسے دوسرے لوگوں سے اپنی پناہ میں رکھ سکتا ہے۔

محمد انور شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 17

خلیفۂ وقت کی حفاظت جماعت کا فرض ہے

مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو بعض دوستوں نے لکھنا شروع کر دیا کہ خلیفہ وقت کو نماز کے لئے مسجد میں نہیں آنا چاہئے۔ اِسی طرح ملاقات کا سلسلہ بھی بند کر دینا چاہئے۔

میں نے کہا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خلیفہ وقت کو کسی منارہ پر باندھ دیا جائے اور جماعت اپنا فرض ادا نہ کرے۔ جب تک خلافت رہے گی خلیفہ مسجد میں نماز پڑھانے ضرور جائے گا، وہ ملاقات کا سلسلہ بھی جاری رکھے گا، چاہے دشمن اُس پر حملہ کرے یا نہ کرے۔ اِسی طرح وہ اپنے فرائض بھی بجالائے گا آگے جماعت کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ دیکھیں کہ وہاں کوئی مشکوک آدمی تو موجود نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہودیوں کی دعوت کو منظور کر لیا تھا اور آپ کی شان یہی تھی کہ اس دعوت کو منظور فرما لیتے۔ صحابہؓ کا یہ فرض تھا کہ وہ حفاظت کے پیش نظر کھانا چکھ لیتے لیکن اُن سے یہ غلطی سرزد ہوگئی اُنہوں نے کھانا چکھا نہیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھا لیا۔ آپ کو الہاماً پتہ لگ گیا کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے اور آپ نے لقمہ منہ سے نکال کر پھینک دیا تھا لیکن غالباً حضرت عائشہؓ کی یہ روایت ہے کہ وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ یہودیوں نے کھانے میں جو زہر کھلایا تھا اُس کا اثر اُس وقت تو نہیں ہوا لیکن اب جسم میں اُس کا اثر معلوم ہوتا ہے یعنی اُس وقت تو آپ بچ گئے لیکن اس زہر کا اعصاب پر ایسا اثر ہوا کہ بڑھاپے میں جا کر وہ محسوس ہوا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ آتا ہے آپ ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے کہ رستہ میں ایک جگہ آرام کرنے کے لئے لشکر ٹھہر گیا۔ صحابہؓ کا خیال تھا کہ چونکہ ہم اب مدینہ کے قریب آ گئے ہیں اس لئے خطرہ باقی نہیں رہا مگر وہ تھکے ہوئے تھے اس لئے علیحدگی میں آرام کرنے کے لئے بکھر گئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ایک درخت کے نیچے رہ گئے۔ آپ نے اپنی تلوار درخت کے ساتھ لٹکا دی اور خود آرام کی خاطر لیٹ گئے۔ لمبے سفر کی تھکاوٹ تھی اِس لئے آپ کو نیند آ گئی۔

ایک کافر جس کا بھائی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا تھا اُس نے یہ قسم کھائی تھی کہ چونکہ اُس کے بھائی کو مارنے والے مسلمان ہی ہیں اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں اِس لئے میں اپنے بھائی کا انتقام لینے کی خاطر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماروں گا۔ چنانچہ وہ اس ارادہ سے چوری چھپے آپ کے ساتھ ساتھ آ رہا تھا۔ اس نے اس موقع کو جب صحابہؓ کسی خطرہ کا احساس نہ کرتے ہوئے آرام کی خاطر منتشر ہو گئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں اکیلے سوئے ہوئے تھے، غنیمت جانا۔ اُس نے درخت سے تلوار اُتاری اور آپ کو آواز دے کر کہا اب کون تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟

اُس وقت باوجود اس کے کہ آپ بے ہتھیار تھے اور بوجہ لیٹے ہوئے ہونے کے حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے، آپ نے نہایت اطمینان اور سکون سے جواب دیا۔ ’’اللہ‘‘۔ اب اللہ کا لفظ تو سارے لوگ کہتے ہیں۔ فقیر بھی اللہ اللہ کہتے ہیں لیکن ظاہر میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ’’اللہ‘‘ کہا تو خدا تعالیٰ کی ذات آپ کے پیچھے موجود تھی۔ آپ کا یہ لفظ زبان سے نکلنا تھا کہ اُس دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ وہ تلوار آپ نے فوراً اُٹھا لی۔

اب وہ شخص جو آپ کے قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا آپ کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا تھا۔ آپ نے معلوم کرنا چاہا کہ آیا میرے منہ سے اللہ کا لفظ سُن کر بھی اسے سمجھ آئی ہے یا نہیں آپ نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اب مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ تو اُس نے کہا آپ ہی رحم کریں تو مجھے چھوڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ تمہیں بھی کہنا چاہئے تھا کہ اللہ ہی بچا سکتا ہے کیا میرے منہ سے سُننے کے باوجود بھی تمہیں اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔

اب دیکھو! خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی ایک نشان کے طور پر حفاظت تو کر دی لیکن دراصل یہ ذمہ داری صحابہؓ کی تھی۔ خدا تعالیٰ نے کہا میرا کام حفاظت نہیں ہاں موت سے بچانا میرا کام ہے اور موت سے میں بچا لوں گا لیکن اُس نے حملہ میں کوئی روک پیدا نہیں کی۔

پس کچھ کام جماعت کو بھی کرنے پڑتے ہیں۔ خلیفہ پر پابندیاں عائد نہیں کی جا سکتیں۔ خلیفہ اپنا کام کرے گا اور جماعت کو اپنا فرض ادا کرنا ہوگا۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 555-557)

مغز اور روح کے بغیر عبادت بیکار ہے

خالی حج کوئی چیز نہیں۔ مجھے یاد ہے جب مَیں حج کر کے واپس آ رہا تھا تو جس جہاز پر میں واپس آ رہا تھا اُس کا کپتان انگریز تھا۔ اس نے مجھ سے کہا میں نے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔ آپ کی عمر 23، 24 سال کی ہے۔ (میں اُس وقت خلیفہ نہیں بنا تھا)۔ آپ حج کر کے آئے ہیں، اس لئے اب آپ کو نماز روزے کی ضرورت تو نہیں رہی۔

میں نے کہا حج کا نماز، روزہ ترک کرنے سے کیا تعلق ہے؟ اُس نے کہا مسلمان کہتے ہیں کہ حج کرنے سے نماز، روزہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا جب آپ نیا سوٹ پہن لیتے ہیں تو کیا دوسرے سوٹ کی حفاظت ترک کر دیتے ہیں؟ اس پر وہ ہنس پڑا۔ میں نے کہا حج کیا ہے؟ ایک نیا سوٹ ہے۔ اب کیا اُس نئے سوٹ کی حفاظت کی وجہ سے دوسرے لباس کی حفاظت ترک کر دی جائے گی؟

مجھے خوب یاد ہے کہ جس سال میں نے حج کیا اُس سال سُورت کے ایک تاجر نے بھی حج کیا تھا۔ میں نے دیکھا جب وہ شخص منیٰ کی طرف جا رہا تھا تو وہ اُردو کے نہایت گندے عشقیہ شعر پڑھ رہا تھا۔ اتفاقاً جس جہاز پر میں واپس آ رہا تھا اُس پر وہ تاجر بھی سوار تھا۔

جب اُسے پتہ لگا کہ میں کون ہوں تو اس شخص نے کہا خدایا! یہ جہاز جس میں یہ شخص ہے غرق کیوں نہیں ہو جاتا۔ میں نے سُنا تو کہا اگر یہ جہاز غرق ہو گیا تو تُو کہاں جائے گا؟ وہ شخص دن میں کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا لیکن یہ بات اکثر کہتا رہتا تھا کہ خدایا! وہ جہاز جس میں یہ شخص سوار ہے غرق کیوں نہیں ہو جاتا۔

ایک دن میں نے اُس سے سوال کیا کہ کیا آپ حج کر کے آئے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا میں نے آپ کو پہلی دفعہ اُس وقت دیکھا تھا جب آپ ایک اونٹ پر سوار ہو کر منیٰ کی طرف جا رہے تھے۔ یہ وقت دعا کا ہوتا ہے لیکن آپ اُس وقت فحش اور گندے شعر پڑھ رہے تھے۔ اسی طرح آپ نماز بھی نہیں پڑھتے۔ پھر آپ پر کون سی مصیبت پڑی تھی کہ آپ حج کے لئے گئے اور اتنا روپیہ تباہ کیا؟

اُس نے کہا میں میمن قوم کا ایک فرد ہوں، میرا باپ ایک بڑا تاجر ہے، ہماری دُکان سے ہر روز لوگ دس دس پندرہ پندرہ ہزار روپیہ کا سودا لے جاتے ہیں، ہمارے ساتھ کی دُکان پر دو بھائی کام کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھائی حج کر کے آیا اور واپس آ کر اُس نے دُکان پر ایک بورڈ لگا یا۔ جس پر اُس نے اپنے آپ کو حاجی لکھا۔ اب اس بورڈ کو پڑھ کر ہر شخص اُن کی دکان پر جانے لگا جس سے ہماری بکری کم ہوگئی۔ میرے باپ نے کہا تم بھی حج کر آؤ تا کہ ہم بھی اپنی دکان پر حاجی کا بورڈ لگا سکیں نہیں تو ہماری دکان ختم ہو جائے گی، ورنہ مجھے حج سے کیا کام؟

حقیقت یہ ہے کہ مذہب قبول کرنے کے معنے ہی یہ ہوتے ہیں کہ انسان کی حرکات، افکار، اور دماغ سب تبدیل ہو جائیں۔ اگر یہ نہیں ہوتا تو کسی مذہب کے قبول کرنے سے اُسے کچھ بھی نہیں ملتا۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 557-558)

اطاعت یہی ہے پہلے عمل پھر تحقیق

جو شخص خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے وہ ہر کام کو بغیر یہ سوچنے کے کہ یہ عقل کے معیار پر پورا اُترتا ہے یا نہیں کرتا چلا جاتا ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ بعض صحابہ

مجلس کے کناروں پر کھڑے تھے، آپ نے اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اُس وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پاس کی گلی میں سے گزر رہے تھے۔ آپ کے کان میں یہ آواز پڑی تو آپ وہیں بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے مسجد کی طرف اُنہوں نے گھسٹتے ہوئے آنا شروع کر دیا۔
کسی شخص نے آپ سے کہا یہ کیا احمقانہ حرکت ہے کہ تم گلی میں اس طرح بیٹھ کر چل رہے ہو۔ آپ نے فرمایا میرے کان میں رسول کریم ﷺ کی یہ آواز پڑی تھی کہ بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا۔ اس پر اس شخص نے کہا کیا تمہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ رسول کریم ﷺ نے یہ حکم اُن لوگوں کو دیا ہے جو مسجد میں آپ کے سامنے کھڑے تھے؟ آپ نے فرمایا یہ درست ہے لیکن موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ پتہ نہیں مَیں مسجد میں پہنچنے سے قبل ہی مر جاؤں اور اِس حکم پر عمل نہ کر سکوں تو خدا تعالیٰ کے سامنے میں کیا جواب دوں گا۔ کیا خدا تعالیٰ کے سامنے میں یہ کہوں گا کہ رسول کریم ﷺ کا ایک حکم میں نے نہیں مانا تھا اس لئے جونہی آواز میرے کان میں پڑی تو میں بیٹھ گیا۔ چاہے یہ بیوقوفی کا کام قرار دے دیا جائے لیکن اگر مسجد میں جانے سے قبل مجھے موت آ گئی تو خدا تعالیٰ کے سامنے میں یہ تو کہہ سکوں گا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کا ہر حکم جو میرے کانوں میں پڑا مانا ہے۔

اِسی طرح جب رسول کریم ﷺ نے شراب کے حرام ہونے کے متعلق اعلان فرمایا تو اُس وقت کچھ صحابہؓ ایک شادی کے موقع پر جمع تھے۔ ایک مٹکا باقی تھا جس کو وہ شروع کرنے ہی والے تھے کہ ان کے کانوں میں آواز آئی کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔

اِس پر اُن میں سے ایک نے کہا سنو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے شراب حرام ہوگئی ہے۔ دوسرے نے کہا باہر نکل کر ذرا تصدیق کر لو لیکن جس صحابیؓ کو اُس نے یہ بات کہی تھی اُس نے ڈنڈا مٹکے پر مارا اور اُسے پھوڑ کر کہا خدا کی قسم! میں پہلے مٹکا توڑوں گا اور پھر تحقیقات کروں گا۔ جب میرے کان میں آواز پڑ گئی تو تحقیقات کا سوال بعد میں پیدا ہو گا، عمل پہلے ہو گا۔

پس صحابہؓ میں یہ روح تھی کہ وہ احکام پر فوری طور پر عمل کرتے تھے اور یہ نہیں سوچتے تھے کہ آیا وہ عقلی معیار پر پورا اُترتے ہیں یا نہیں۔
(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 559-560)

انداز محبت

ایک جج تھے جو احمدی تھے بعد میں اُنہیں ٹھوکر بھی لگی۔ اُنہوں نے جب بیعت کی تو اس کے بعد ایک دفعہ مجھے ملنے کے لئے آئے۔ میں اُنہیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ میرا جوڑا پہن کر آ گئے ہیں۔ شلوار، کوٹ اور قمیض سب یوں معلوم ہوتے تھے کہ وہ میرے ہی ہیں۔

میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا وہ ہمیشہ اِسی قسم کا لباس پہنتے ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا جب میں نے بیعت کی تو میں نے خیال کیا کہ اب ظاہری طور پر بھی آپ کا رنگ اختیار کرنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے ایک احمدی سے پوچھا کہ آپ کا لباس کس قسم کا ہوتا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ آپ کا لباس اِس اِس قسم کا ہوتا ہے تو میں نے اِسی قسم کا لباس بنوا لیا۔ انسان کی روحانی طور پر بھی اس قسم کی کوشش کی ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق روایت آتی ہے کہ جب آپ حج کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک جگہ پر پہنچ کر آپ رستہ سے ہٹ کر کچھ دُور چلے جاتے اور وہاں کچھ دیر کے لئے اس طرح بیٹھ جاتے جیسے کوئی پیشاب کرنے بیٹھتا ہے۔

ایک صحابیؓ نے دیکھا کہ آپ ہر دفعہ اس جگہ جاتے ہیں اور کچھ دیر کے لئے بظاہر پیشاب کرنے کی غرض سے وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پھر واپس آجاتے ہیں تو اُنہوں نے دریافت کیا کہ آپ اُس جگہ کیوں جاتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں ہمیشہ اِس بات کو چُھپاتا رہا ہوں اور میری خواہش تھی کہ میرا یہ راز لوگوں کو معلوم نہ ہو لیکن چونکہ آپ نے اب پوچھ لیا ہے اِس لئے بتا دیتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ رسول کریم ﷺ نے اِس جگہ بیٹھ کر پیشاب کیا تھا۔ میں نے چاہا کہ چلو آپ کے اِس کام کی بھی نقل ہو جائے۔
(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 560-561)

ماحول پر نظر اور پہرہ دینا مومن کا شیوہ ہے

ایک صحابیؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک رات خطرہ کا الارم ہوا۔ سب لوگ جاگ اُٹھے اور ایک جگہ پر اکٹھے ہو کر یہ تجویز کرنے لگے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اطلاع دے کر ہدایات لی جائیں۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک سوار آ رہا ہے۔ جب لوگ بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سوار خود رسول کریم ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کوئی فکر کی بات نہیں تم سب گھروں میں واپس چلے جاؤ، اور سو جاؤ۔ کچھ بدوی لوگ اُونٹوں کو لڑا رہے تھے میں نے خیال کیا کہ شاید دشمن آ گیا ہے چنانچہ میں اُس طرف چلا گیا جدھر سے آواز آ رہی تھی تا صحیح خبر لا سکوں۔ یہ ذہنیت تھی جو رسول کریم ﷺ اور صحابہؓ کے اندر پائی جاتی تھی۔

اس کے مقابلہ میں ہماری جماعت کی یہ حالت ہے کہ چوہدری عبداللہ خان صاحب نے مجھے بتایا کہ محراب کے سامنے جو لوگ بیٹھے تھے میں نے جب اُن سے بعض باتیں دریافت کیں تو ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ شخص مشکوک حالت میں تھا۔ وہ کمبل اوڑھے ہوئے تھا اور اُس کا منہ کمبل سے ڈھکا ہوا تھا۔ جب وہ سجدہ میں گیا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ کوئی چیز اُس کی جیب سے گر رہی ہے لیکن اس شخص کو یہ احساس نہ ہوا کہ اُسے احتیاطی تدبیر کرنی چاہئے۔ اُس نے یہ خیال کیا کہ یہ صدر انجمن احمدیہ کا کام ہے مجھے اس کے کام میں دخل نہیں دینا چاہئے۔

قادیان میں ایک دفعہ اسی قسم کا واقعہ ہوا۔ میں دارالحمد میں تھا کہ میرے ایک لڑکے نے مجھے اطلاع دی کہ ایک نوجوان آیا ہے اور وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ میں باہر آیا لیکن ابھی رستہ میں ہی تھا کہ باہر شور پڑ گیا۔ باہر آکر دریافت کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ کوئی نوجوان تھا، اُس کے پاس چُھرا تھا اور وہ حملہ کی نیت سے یہاں آیا تھا۔ اب اُسے پکڑ لیا گیا ہے۔

مجھے عبدالاحد خان پٹھان نے بتایا کہ یہ نوجوان بچوں کے پاس کھڑا تھا اور اُن سے کہہ رہا تھا کہ میں مرزا صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ بات کرتے وقت اُس نے اپنی ٹانگ کو حرکت دی اور یہ حرکت اِس قسم کی تھی کہ جیسے پٹھان اُس وقت کیا کرتے ہیں جب اُنہوں نے چُھرا چُھپایا ہوا ہو۔ میں نے اُسے اِس قسم کی حرکت کرتے دیکھا تو میں نے اُسے پکڑ لیا اور ٹٹولنے پر واقع میں اندر سے چُھرا نکل آیا۔ لیکن یہاں وہ نوجوان آتا ہے، مسجد میں آکر بیٹھتا ہے، اس کی ظاہری حالت اُسے مشکوک بتاتی ہے پھر جب نماز پڑھتا ہے تو اُس کی جیب میں سے چاقو نیچے گر جاتا ہے اور وہ اُسے اُٹھا کر جیب میں دوبارہ ڈال لیتا ہے لیکن اُسے کسی نے پکڑا نہیں۔

ایک دفعہ مکہ کے قریب دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت رسول کریم ﷺ مدینے میں ایک خیمہ میں بیٹھے تھے کہ کھٹ کھٹ کی آواز

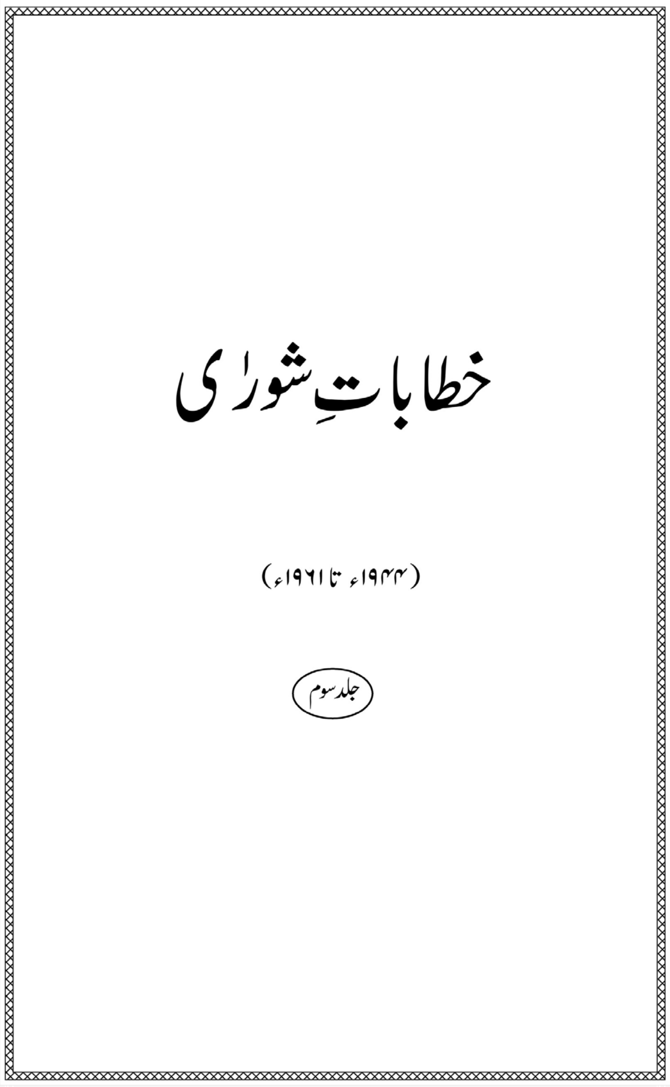

آئی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کون ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں فلاں شخص ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ تو اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خیال کیا کہ مکہ والوں نے مسلمانوں سے لڑائی شروع کر دی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کفار مدینہ پر بھی حملہ کر دیں۔ میں یہاں حاضر ہوا ہوں تا آپ ﷺ کی خدمت میں درخواست کروں کہ مدینہ کی حفاظت کے لئے میری قوم حاضر ہے۔

اب دیکھو مکہ میں لڑائی ہو رہی ہے لیکن صحابہؓ مدینہ میں پہرہ کا انتظام کرنے لگ جاتے ہیں۔
(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 561-562)

جب بندہ نہیں بولتا تو خدا بولتا ہے

جب عبداللہ بن ابی بن سلول نے یہ کہا کہ جو شخص سب سے زیادہ معزز ہے یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول۔ وہ نعوذ باللہ سب سے ادنیٰ اور ذلیل شخص یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو مدینہ سے باہر نکال دے گا تو یہ خبر اس کے بیٹے کو بھی ملی جو اسلام لا چکا تھا۔ وہ رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ میرے باپ نے ایسے الفاظ کہے ہیں اور اس قسم کے الفاظ کی سزا قتل کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرا تو اُسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ کا یہ ارادہ ہو کہ میرے باپ کو قتل کر دیا جائے تو آپ مجھے حکم دیں کہ میں اُسے قتل کروں۔ اگر کسی اور شخص نے میرے باپ کو قتل کیا تو ممکن ہے کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اُس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور میں اس کو کوئی نقصان پہنچا بیٹھوں لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔

جب وہ شخص مدینہ پہنچا تو رسول کریم ﷺ مدینہ میں داخل ہو چکے تھے، باقی لوگ داخل ہو رہے تھے۔ وہ تلوار کھینچ کر رستہ میں کھڑا ہو گیا اور اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا اگر تم نے مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا تم مدینہ میں داخل ہونے سے قبل یہ اعلان کرو کہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور رسول کریم ﷺ سب سے زیادہ معزز ہیں اور جب تک تم اِس بات کا اعلان نہیں کرو گے میں تمہیں

شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔

چنانچہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے اعلان کیا میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ معزز ہیں۔ یہ الٰہی تصرف تھا۔خود عبداللہ کے بیٹے نے یہ تہیہ کرلیا کہ جب تک میں اپنے باپ کے منہ سے یہ فقرہ نکلوا نہ لوں گا میں اُسے چھوڑوں گا نہیں۔

اگر تم بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرلو تو خواہ دشمن تمہیں نقصان پہنچانے کی کتنی ہی کوشش کرے اللہ تعالیٰ اِس کے ازالہ کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر دے گا۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 565-566)

احمدی غضِ بصر سے کام لیتے ہیں

ایک دفعہ عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا اور ایک احمدی ڈاکٹر بطور گواہ پیش ہوئے۔ مخالف فریق یہ سمجھتا تھا کہ احمدی غضِّ بصر سے کام لیتے ہیں اور عورتوں کی طرف نہیں دیکھتے۔

اُس کے مخالف فریق کے وکیل نے احمدی ڈاکٹر پر یہ سوال کیا کہ کیا آپ نے فلاں عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا تھا؟ اُس کے جواب میں اُنہوں نے کہا میں نے اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا تھا حالانکہ وہ کہہ سکتا تھا کہ میں اُس کی آواز کو پہچانتا ہوں، اُس کی چال کو پہچانتا ہوں۔ لیکن غیر احمدی وکیل کو چونکہ یہ پتہ تھا کہ احمدی سچ کی خاطر جھوٹ نہیں بولتا اس لئے اُس نے یہ تدبیر کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عورت جس پر مقدمہ تھا بری ہوگئی۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 573)

دولت کے درست استعمال کے لئے بھی دعا کرو

اِس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم دُعائیں کریں جہاں اللہ تعالیٰ ہمیں روپیہ دے وہاں ہمیں اس کے صحیح استعمال کی بھی توفیق عطا فرمائے کیونکہ روپیہ کا غلط استعمال کیا جائے تو وہ ضائع ہو جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کا ایک دوست بہت امیر تھا۔ جب وہ مرا تو اُس نے لاکھوں روپیہ اپنے پیچھے چھوڑا اور وہ روپیہ اُس کے لڑکے کو ملا۔ خود تو اُس نے بڑی تنگی میں گزارا کیا تھا لیکن اپنے بیٹے کے لئے اُس نے کافی سرمایہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ ایک دن کسی شخص نے آپ سے آکر کہا کہ آپ اپنے دوست کے بیٹے کو سمجھائیں وہ قیمتی تھان کپڑے کے خریدتا ہے اور اُنہیں سارا دن پھاڑتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ بات سُن کر بڑا تعجب ہوا کیونکہ میرے نزدیک یہ پاگلانہ حرکت تھی۔ تاہم میں نے اُسے اپنے پاس بلایا اور کہا میاں! تمہارے متعلق یہ شکایت آئی ہے کہ تم اپنی دولت کو ضائع کر رہے ہو۔ تم قیمتی تھان کپڑے کے خریدتے ہو اور پھر اُنہیں بیٹھے پھاڑتے رہتے ہو، اس کا کیا فائدہ۔

وہ کہنے لگا مولوی صاحب! نیا کپڑا پھاڑنے کے نتیجہ میں جو چر کی آواز آتی ہے وہ مجھے بڑی اچھی لگتی ہے اِس لئے میں سارا دن یہی کام کرتا رہتا ہوں۔

اب دیکھو اگرچہ اس کے پاس روپیہ بہت تھا لیکن اس نے اُسے ناواجب طور پر ضائع کر دیا۔ اسلامی بادشاہوں کے پاس بھی بہت روپیہ رہا لیکن اُنہوں نے بھی اسے اِسی طرح ضائع کر دیا۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 585)

نامعلوم پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے

جرمنی میں ہمبرگ یونیورسٹی کے ایک مشہور پروفیسر ہیں جو مشرقی زبانوں کے ماہر ہیں۔ یونیورسٹی نے انہیں اسلام پر ایک کتاب لکھنے کے لئے بھی مقرر کیا ہے اُنہوں نے ایک جرمن رسالہ میں ایک اہم مضمون لکھا تھا جس پر امریکہ کی ایک یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ نے انہیں مبارکباد دی اور لکھا کہ میں نے اب تک جرمن کے کسی رسالہ میں اتنا قیمتی مضمون نہیں پڑھا۔

وہ پروفیسر جرمنی میں میری آمد کی خبرسُن کر مجھے ملنے کے لئے آ گیا اور کہنے لگا میں نے آپ سے بعض مخفی باتیں کرنی ہیں آپ اپنے سیکرٹری اور دوسرے ساتھیوں کو ذرا کمرہ سے باہر بھیج دیں۔ چنانچہ میں نے اپنے سیکرٹری اور دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ وہ کچھ دیر کے لئے کمرہ سے باہر چلے جائیں۔

جب وہ کمرہ سے باہر چلے گئے تو اُس نے کہا میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اسے فی الحال مخفی رکھا جائے۔ میں نے کہا بہت اچھا، بیعت کے مخفی رکھنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ اُس نے بیعت کر لی۔

جب نماز کا وقت آیا تو میں اُس کمرہ میں گیا جو نماز کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ وہ پروفیسر بھی مقتدیوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اپنے مبلّغ کو پاس بلایا اور اس سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ تم نے تو اپنی بیعت کو مخفی رکھنے کے لئے کہا تھا اور اب خود ہی نماز میں شامل ہو گئے ہو، اب تمہاری بیعت مخفی کس طرح رہ سکتی ہے؟

مبلّغ نے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ بے شک میں نے اپنی بیعت مخفی رکھنے کی درخواست کی تھی لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ شاید خدا تعالیٰ انہیں میری خاطر ہی جرمنی میں لایا ہے۔ پھر نہ معلوم یہ موقع نصیب ہو یا نہ ہو۔ اِس لئے میں نے کہا کہ آپ کی اقتداء میں چند نمازیں تو پڑھ لوں۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 592)

اتفاق کی برکت

کہتے ہیں ایک شخص نے موت کے وقت اپنے سب بیٹوں کو بُلایا اور ایک جھاڑو منگوا کر کہا اِس جھاڑو میں سے ایک تنکا نکال کر توڑو۔ اُنہوں نے اُس تنکے کو بڑی آسانی سے توڑ دیا۔ اس کے بعد اُس نے انہیں جھاڑو دیا اور کہا کہ اسے توڑو مگر ان سے نہ ٹوٹا۔ اِس پر اُس نے کہا میرے بیٹو! تم نے دیکھا کہ ایک ایک تنکا ذاتی طور پر کوئی قوت نہیں رکھتا، تم نے اُسے ایک اُنگلی کے دباؤ سے ہی توڑ دیا لیکن جھاڑو کو توڑنا تمہارے لئے مشکل ہوگیا۔

اسی طرح اگر تم متفرق ہو گئے تو دُنیا کی ہر طاقت تمہیں تباہ کرسکتی ہے لیکن اگر تم اکٹھے اور متفق رہے تو تم محفوظ و مصؤن رہو گے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 600)

مایوسی و پژمردگی

کہتے ہیں کوئی میراثی تھا جو ہمیشہ بیکار رہتا تھا جب اس کی بیکاری سے تنگ آ کر اُس کی بیوی اُسے کوئی کام کرنے کے لئے کہتی تو وہ جواب دیتا کہ بڑی دِقّت تو یہی ہے کہ ان دنوں کوئی کام نہیں ملتا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اُن دنوں اس ملک کے بادشاہ کی کسی اور ملک سے جنگ ہوگئی اور اُس نے ملک میں عام فوجی بھرتی کا اعلان کر دیا۔ میراثی کی بیوی نے کہا گھر میں کھانے کو کچھ نہیں اور تم کوئی کام نہیں کرتے۔ اگر واقعی کوئی کام نہیں ملتا تو یہ سنہری موقع ہے تم فوج میں بھرتی ہو جاؤ اور کماؤ۔ بے شک تنخواہ کم ہے لیکن تاہم کچھ نہ کچھ تو آئے گا اور جو کچھ آئے گا وہ بیکاری سے بہرحال بہتر ہو گا۔

میراثی نے کہا تم بھی عجیب ہو، بیویاں تو اپنے خاوندوں کی خیرخواہ ہوتی ہیں اور تم مجھے فوج میں بھرتی کرا کے مروانا چاہتی ہو۔ اُس کی بیوی نے اُسے سمجھانے کے لئے چکّی میں چند دانے ڈالے اور چکی کو چلایا اِس پر آٹے کے ساتھ بعض سالم دانے بھی نکل آئے۔ چنانچہ اُس نے میراثی سے کہا کہ دیکھو جنہیں خدا تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہتا ہے وہ چکی کے پاٹوں کے درمیان سے بھی سالم نکل آتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ تم نے اپنے متعلق یہ خیال کیوں کرلیا کہ تم ضرور مر جاؤ گے۔ جو لوگ فوج میں بھرتی ہوتے ہیں وہ سارے کے سارے تو نہیں مرجاتے۔ اِس پر میراثی نے کہا مجھے تو پِسے ہونے دانوں میں ہی سمجھ لے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 617-618)

کعبہ کے سامنے

میں نہ چھوڑوں یہ جگہ مجھ کو ہے جانا اب کہاں
جو بھی پایا ہے یہاں وہ ملے گا اب کہاں
تیرے گھر کے سامنے ہو رات دن مسکن میرا
سامنے بیٹھا رہوں، اب اور میں جاؤں کہاں

مل گیا سب کچھ مجھے، اب کوئی حاجت نہیں
گھوم آیا ہوں جہاں، آیا سکوں مجھ کو یہاں
آنکھ نم، دل میں سکوں، کچھ بھی رہا نہ رنج و غم
ہے یہ چاہت اور دعا، میں بار بار آؤں یہاں

ہیر داتا

مرسلہ: مولانا عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن

غَلَط العام الفاظ کی درستی

قسط 4

نمبر	غَلَط العام	درست ادائیگی
1	مَن و عَن	مِن و عَن
2	اَضافہ	اِضافہ
3	قادَر	قَادِر
4	اِہم	اَہَم
5	غَلْطِی	غَلَطِی
6	اَدارہ	اِدارَہ
7	غَلْط	غَلَطْ
8	فَنون	فُنُون
9	حَامَد	حَامِدْ
10	راشَد	راشِدْ

عبد السمیع خان۔استاد جامعہ احمدیہ گھانا

احمدیت کا فضائی دور

ایم ٹی اے-تقدیر الٰہی کا زندہ و تابندہ نشان

قسط 2

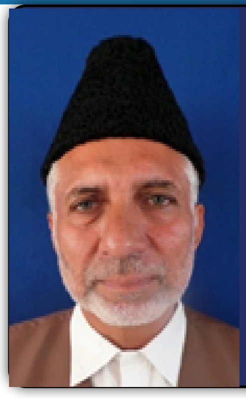

ایم ٹی اے کی ضرورت اور مقاصد کا جائزہ

ایم ٹی اے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ضرورت بھی خود ہی پیدا کی اور خود ہی اسے پورا کرنے کے سامان پیدا فرمائے۔

یوں تو جماعت احمدیہ کافی دیر سے عالمی مواصلاتی روابط کی ضرورت محسوس کر رہی تھی مگر اس کی طلب میں اس وقت بے پناہ اضافہ ہوگیا جب خلافت رابعہ کے دور میں جماعت ترقی کے نئے سنگ میل نصب کرنے لگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت کے ٹھیک سو سال بعد 1982ء میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو خلیفہ مقرر فرمایا اس وقت جماعت احمدیہ دنیا کے قریباً 80 ملکوں میں قائم تھی۔ 1983ء کے شروع میں آپ نے دعوت الی اللہ کی تحریک کا از سر نو احیاء کیا اور تمام احمدیوں کو داعی الی اللہ بننے کا ارشاد فرمایا۔

پھر آپ نے اس مضمون پر مسلسل خطابات ارشاد فرما کر جماعت میں بے پناہ جوش و جذبہ پیدا کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں مخالفین کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ امام جماعت احمدیہ سے ملنے کے لئے آنے والے ہجوم در ہجوم لوگوں کو دیکھ کر حکومت پریشان ہوگئی اور 26/اپریل 1984ء کو وہ ظالمانہ آرڈیننس نافذ کیا گیا جس کے تحت جماعت احمدیہ کے سربراہ کی پاکستان میں موجودگی ناممکن بنادی گئی۔ چنانچہ الٰہی اشاروں اور بشارتوں کے تابع حضور انور انگلستان تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ احمدیت کی تاریخ میں ناقابل بیان صدمات لے کر آیا مگر اسی تاریکی سے نور کے وہ سوتے پھوٹے جنہوں نے کل عالم کے لئے روشنی کے سورج چڑھا دیئے۔

حضورؒ کے سفر ہجرت کی وجہ سے پاکستان کا ہر احمدی گھرانہ غمکدہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ شمع اور پروانوں کے مابین ناقابل عبور فاصلے حائل ہو چکے تھے۔ احمدی اپنے امام کی براہ راست رہنمائی سے محروم ہو چکے تھے۔ وہ موہنی صورت آنکھوں میں بسائے آنسوؤں کی راہ سے پگھل رہے تھے۔

مگر اس عسر کے ساتھ یسر کے وسیع دور مقدر تھے۔حضورؒ کے یورپ پہنچتے ہی احمدیت کا سورج مغرب کی طرف سے چڑھتا دکھائی دینے لگا۔ بیعتیں جو پہلے چند سو سالانہ تھیں، ہزاروں میں تبدیل ہوئیں اور پھر لاکھوں کے عدد عبور کر گئیں۔ ان میں بیسیوں اقوام اور بیسیوں ممالک کے سینکڑوں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ تھے۔ ان سب کی تربیت اور اصلاح ایک بہت بڑے اور وسیع نظام کا تقاضا کر رہی تھی جس کے ذریعہ وہ خدا کے خلیفہ کا حق المقدور قرب حاصل کر سکیں۔

جماعت کی نئی نسل خصوصاً واقفین نو مستقبل کے مربی اور خدام دین اپنے امام کی براہ راست توجہ اور رہنمائی کے محتاج تھے۔ جماعت احمدیہ کے لٹریچر پر پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔ ان کی اشاعت اور ابلاغ ایک اور بہت بڑا چیلنج تھا جو جماعت احمدیہ کو درپیش تھا۔

احمدیت کے خلاف جھوٹ پر مشتمل جو عالمی پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا اس کا جواب دینے کے لئے احمدیوں کو اجازت نہیں تھی۔ ایسے زہریلے مواد کا توڑ بھی وقت کی اہم ضرورت تھا۔ خصوصاً ایسے ممالک میں جہاں احمدیت کے پیغام کی اشاعت پر مکمل پابندی ہے اور وہاں داخلے کے تمام زمینی ذرائع بند ہیں وہاں صرف کوئی آسمانی حربہ ہی کام دے سکتا تھا۔

کیسٹس کا نظام

خلافت کے ساتھ جماعت کے براہ راست رابطہ کو زندہ رکھنے کے لئے حضور کے خطبات کی کیسٹس بھجوانے کا طریقہ شروع کیا گیا مگر بے پناہ محنت اور بے تحاشا خرچ کے باوجود یہ کیسٹس جماعت کے صرف کچھ حصہ تک پہنچ پاتی تھیں۔ پھر مختلف زبانوں میں ان کے تراجم شروع ہوئے مگر ان تراجم میں خلیفہ وقت کا پیغام پوری شوکت کے ساتھ نہیں پہنچ سکتا تھا اس لئے ایک راہ تو تھی مگر اطمینان نہیں تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس نظام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’عرصہ تقریباً دس سال کا گزر رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کیسٹس کے ذریعہ سے خلیفہ وقت کا پیغام دُنیا کے احمدیوں تک پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ پہلے صرف آڈیو کیسٹس کے ذریعے یہ پیغام پہنچانے کی کوشش کی جاتی رہی پھر ویڈیو کیسٹس بیچ میں شامل ہوگئیں لیکن بے حد محنت کے باوجود بہت ہی جانکاہی کے ساتھ کام کرنے کے باوجود بہت ہی معمولی اور کم حصہ تھا جماعت کا جس تک یہ آواز پہنچ سکی۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کئی ممالک میں خدمت کرنے والوں کی بعض رضا کار ٹیمیں ہیں جو بہت وقت خرچ کرتی ہیں اور ایک کیسٹ سے آگے کئی کیسٹس بنانا، اس بات کا خیال رکھنا کہ کوالٹی اچھی ہے، پھر مختلف پتہ جات پر ان کو بھجوانا، ان کے حسابات رکھنا بڑا لمبا محنت کا کام ہے لیکن جماعت کرتی رہی۔ پھر بھی احباب جماعت کی بہت ہی تھوڑی تعداد ہے جن تک یہ پیغام براہ راست خلیفہ وقت کی زبان میں پہنچتے تھے۔ اس کوشش کی وجہ یہ تھی کہ میرا تجربہ ہے کہ خلیفہ وقت کی طرف سے جو بات کوئی پہنچاتا ہے اس کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا براہ راست خلیفہ وقت سے کوئی بات سنی جائے۔ میرا اپنا زندگی کا لمبا عرصہ دوسرے خلفاء کے تابع ان کی ہدایت کے مطابق چلنے کی کوشش میں صرف ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پیغام پہنچائے فلاں خطبہ میں خلیفہ وقت نے یہ بات کی تھی اور خطبے میں خود حاضر ہوکر وہ بات سننا، ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پیغام خواہ کسی کے ذریعے پہنچے اطاعت تو پھر بھی کی جاتی ہے لیکن پیغام کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ پیغام پہنچانے والے میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ جس جذبے کے ساتھ جن باتوں کو ابھار کر نمایاں کر کے پیغام دینے والا پیغام پیش کر رہا ہے بعینہٖ اس پیغام کو اس طرح آگے پہنچائے کہ اس کے جذبات اس کے زیر و بم تمام کے تمام پیغام کے ساتھ دوسرے شخص تک منتقل ہو چکے ہوں۔ کوالٹی کا بیچ میں ضائع ہونا یعنی اس کے مزاج کا بیچ میں ضائع ہو جانا ایک ایسی طبعی بات ہے کہ انسان کی یادداشت تو زیادہ بھولتی ہے لیکن الیکٹرانکس کی یادداشت کے ذریعے جو پیغام کیسٹ سے کیسٹ میں منتقل کئے جاتے ہیں تیسری، چوتھی، پانچویں جنریشن میں جاکر اس کیسٹ کا مزاج ہی بدل جاتا ہے اور وہ بات ہی نہیں رہتی جو پہلی کیسٹ میں تھی اس لئے مدر (Mother) کیسٹ کو ہمیشہ سنبھال کر رکھا جاتا ہے تاکہ آگے اسی سے بار بار دوسری کیسٹس تیار ہوں۔ تو یہ مشکل تھی جس کی وجہ سے جماعت نے کوشش کی کہ کیسٹس کے ذریعے پیغام پہنچے، کیسٹ کے واسطے سے احباب جماعت پورا پیغام خود سنیں لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بہت محنت کے باوجود وہ مقصد حاصل نہیں ہوسکا۔ بعض جماعتوں کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہاں اگر دس ہزار آبادی ہے تو بمشکل دو یا چار سو ایسے احمدی ہیں جو استفادہ کر سکتے تھے یا کرتے رہے اور باقیوں کے متعلق محض رپورٹ ہی ملتی رہی کہ کیسٹس بھجوائی جارہی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 8/جنوری 1993ء روزنامہ الفضل ربوہ 12/جنوری 1993ء)

ان حالات میں امام اور جماعت کے درمیان ایک ایسے رابطہ کے ذریعہ کی ضرورت تھی جس میں کوئی دوسرا حائل نہ ہو اور اگر زبان سمجھ نہ بھی آئے اور ترجمہ سن رہے ہوں تب بھی امام کے دلی تاثرات آنکھوں کی راہ سے دلوں میں اتریں اور ہیجان پیدا کریں۔ یہ ضرورت تھی جو خدا نے ایم ٹی اے کے ذریعہ خود پوری فرمائی اور تمام ممکنہ ضمنی فوائد سے متمتع فرمادیا۔

خدا نے روک ظلمت کی اُٹھا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہوا کے دوش پہ لاکھوں گھروں میں در آیا
نکل گیا تھا جو گھر سے کبھی خدا کے لئے
یہ کارہائے غریب الدیار بھی دیکھیں
جو منتظر ہیں دمِ عیسیٰؑ و عصا کے لئے

ٹیلی ویژن کی ایجاد اور ایم ٹی اے

ایم ٹی اے کے پس منظر کا ایک بہت اہم پہلو جماعت احمدیہ کا وہ جہاد ہے جو اس نے دجالی طاقتوں کے خلاف جاری کیا ہوا ہے۔ ٹیلی ویژن ایک بہت مفید ایجاد ہے جس سے دُنیا کو اخلاق اور امن کے سبق دے کر جنت نظیر بنایا جاسکتا تھا مگر عیسائی اور لامذہب طاقتوں نے اس کو بے حیائی اور بدکرداری پھیلانے کے لئے سب سے مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے اور سیٹلائٹ کے دور میں تو یہ کیفیت ایک زہریلے سمندر کی مثال اختیار کرگئی ہے جس نے ایمان اور فطرت کا ہر خرمن اور خوشہ جلاکر راکھ کر دیا ہے۔

صرف پاکستان کی مثال لیں۔ پاکستان میں 136 چینلز کو مختلف ڈشوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ ان میں انڈیا کے 36 امریکہ کے 17 برطانیہ کے 9 فرانس کے 5 اور چین کے 17 چینل ہیں۔ ایک ہفتے میں سات چینلز کے ذریعہ قریباً 100 بھارتی فلمیں دکھائی جاتی ہیں اور یہ فلمیں سراسر گند سے بھری ہوئی اوپر سے نیچے تک گندی کھوکھلی اور روزمرہ کے مذاق کو برباد کرنے والی۔ نہ ادب کا کچھ رہنے دیتی ہیں نہ شریعت کا۔ محض بے ہودہ اور پھر ایسے توہمات میں مبتلا کرنے والی جو انسان کو جانوروں سے بھی گرادیں۔

اس خطرناک اور تباہ کن صورت حال میں خدا کے مسیح اور اس کی جماعت نے ہی انسان کو ایک روشنی اور سچائی کا راستہ دکھایا۔ دنیا کی تاریخ میں ٹیلی ویژن کو پہلی دفعہ اعلیٰ اور روحانی اقدار کے لئے استعمال کیا گیا جو موت کے منہ سے انسان کو کھینچ کر لے آیا ہے اور یہ بات بالکل سچ ہے۔

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقاصد اور دعاؤں کے عین

مطابق ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام عرض کرتے ہیں:

’’اے میرے قادر خدا! میری عاجزانہ دُعائیں سن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اُٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستباز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین

اے میرے قادر خدا! مجھے یہ تبدیلی دُنیا میں دکھا اور میری دعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 603)

ایم ٹی اے کے متعلق پیشگوئیاں

ایم ٹی اے کا عالمی اور ہمہ گیر نظام جسے دور آخرین میں دین کے غلبہ کے ناقابل فراموش عظیم کردار ادا کرنا تھا ایسا نہیں ہے جو اتفاقی واقعات کی پیداوار ہوتا بلکہ آسمانی نوشتوں میں قدیم سے اس کے متعلق بشارات اور خوشخبریاں موجود ہیں۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں اشارات موجود ہیں اور بزرگان سلف نے قرآن کریم کی آیات سے ایسا استنباط کیا ہے جو حیرت انگیز ہے اور اس نظام پر بعینہٖ چسپاں ہوتا ہے۔

بائبل میں بھی اس کے متعلق اجمالاً ذکر موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صلحائے امت کے کلام میں تو اس تفصیل کے ساتھ ذکر ملتا ہے کہ انسان وَرطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں علم غیب سے مطلع فرمایا تھا اور اس طرح یہ پورا نظام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی سچائی کا زندہ گواہ بن گیا۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ آیا تو آپ نے بھی منشائے الٰہی سے خبر پاکر اس آسمانی نظام کی خبر دی۔ جس کے ذریعہ آپ کا پیغام زمین کے کناروں تک پہنچنا تھا۔ اس کے بعد خلفائے سلسلہ نے بھی القائے الٰہی کے تابع اس عالمی نظام کا ذکر کیا جو کہیں واضح لفظوں میں اور کہیں ایسی خواہشات کے رنگ میں ہے جو پیشگوئیوں کی شکل میں ڈھل گئی ہیں۔

پیشگوئیوں کا بنیادی اصول

پیشگوئیوں کے اصول کے مطابق یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ پیش خبریاں تعبیر طلب اور تمثیلات پر مشتمل ہیں۔ ان میں آج کے زمانہ کی اصطلاحات استعمال نہیں ہوسکتی تھیں۔ اسی طرح ان کا ایسا ترجمہ کرنا جو سنت اللہ اور قانون قدرت کے خلاف ہو درست نہیں۔ ہاں اگر نظر بصیرت سے کام لیں اور خدا تعالیٰ جس طرح استعارہ کے ساتھ اور پردہ اخفاء میں کلام کرتا ہے اس کو ملحوظ رکھیں تو صاف معلوم ہو گا کہ یہ اسی دور کی باتیں ہیں۔

یہ نہیں اِک اتفاقی واقعہ
معجزہ، روشن نشاں ہے ایم ٹی اے
یہ ستارہ ہے نہ سیارہ کوئی
اِک مکمل کہکشاں ہے ایم ٹی اے

حصہ اول۔ قرآن اور بائبل کی پیشگوئیاں

امام مہدی اور مسیح موعود کے زمانہ میں دین کے عالمی غلبہ کے متعلق تو بزرگان سلف اور مفسرین نے قرآن کریم کی متعدد آیات سے استنباط کیا ہے جن پر سنی اور شیعہ مفسرین دونوں متفق ہیں۔ مگر خاص طور پر ٹیلی ویژن کے ذریعہ امام مہدی کی آواز کل عالم میں پہنچنے کے متعلق بھی قرآن کریم میں اشارات موجود ہیں اور یہ ایسا استنباط ہے جو یقیناً الٰہی تفہیم سے روشن ہے ورنہ آج سے 1400سال قبل اس نظام کا تصور بھی انسان کے لئے کسی طور ممکن نہیں تھا۔

1۔یہ استدلال سورۃ ’’ق‘‘ کی آیات 42-43 سے کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاسۡتَمِعۡ یَوۡمَ یُنَادِ الۡمُنَادِ مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ ۔ یَّوۡمَ یَسۡمَعُوۡنَ الصَّیۡحَۃَ بِالۡحَقِّ ؕ ذٰلِکَ یَوۡمُ الۡخُرُوۡجِ یعنی سن رکھو کہ ایک دن ایک پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا جس دن سب لوگ ایک پوری ہو کر رہنے والی گرجدار آوازیں سنیں گے۔ یہ خروج کا دن ہوگا۔

اس آیت کے متعلق تفسیر صافی کا بیان ملاحظہ ہو جہاں علامہ قمی حضرت امام جعفر صادق کے حوالہ سے ایک حیرت انگیز استنباط کرتے ہیں:

وَاسۡتَمِعۡ یَوۡمَ یُنَادِ الۡمُنَادِ۔۔ القمی قال ینادی المنادی باسم القائم واسم ابیہ علیہما السلام من مکان قریب بحیث یصل نداءہ الی الکل علی سواء یَوۡمَ یَسۡمَعُوۡنَ الصَّیۡحَۃَ بِالۡحَقِّ۔۔القمی قال صیحۃ القائم من السماء۔۔ ذٰلِکَ یَوۡمُ الۡخُرُوۡجِ۔۔ القمی عن الصادق علیہ السلام قال ھی الرجعۃ۔

یعنی علامہ قمی نے کہا کہ ایک منادی امام قائم اور اس کے باپ علیہما السلام کے نام کی ندا دے گا اس طرز پر کہ اس کی آواز ہر آدمی تک برابر انداز میں پہنچے گی۔ قمی نے کہا ہے کہ صیحہ سے مراد یہ ہے کہ قائم کی صیحہ یعنی اندازی آواز آسمان سے آئے گی۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ یہ رجعت یعنی امام مہدی کا زمانہ ہوگا۔

(تفسیر صافی زیر آیت مذکورہ صفحہ 506 از ملامحسن فیض کاشانی، از انتشارات کتاب فروشی محمودی)

مراد یہ ہے کہ امام مہدی کی طرف سے ایک منادی امام مہدی اور اس کے عظیم روحانی باپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ندا بلند کرے گا اور اس کی آواز دور اور نزدیک کے تمام لوگوں کو یکساں طریق سے پہنچے گی اور آواز آسمان سے اُترے گی۔

آواز کا آسمان سے اترنا اور یکساں سب لوگوں کو پہنچنا عالمی مواصلاتی نظام کی طرف بلیغ اشارہ ہے ورنہ عام آواز تو قرب و بعد کا فرق رکھتی ہے۔ یہ حیرت انگیز پیشگوئی پوری تفصیلات کے ساتھ ایم ٹی اے پر چسپاں ہوتی ہے۔ جہاں امام مہدی کا خلیفہ امام مہدی اور اس کے کامل آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی آسمان سے منادی کر رہا ہے۔

پاٹ ڈالیں اس نے ساری دوریاں
ایک حدِ لامکاں ہے ایم ٹی اے
تیر علم و معرفت کے چل پڑے
دستِ مولا کی کماں ہے ایم ٹی اے

2۔سورۃ الشعراء کی آیت نمبر 5 سے بھی حضرت جعفر صادق (وفات 148ھ) نے یہی استدلال کیا ہے۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں۔

اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ ﴿۵﴾

(الشعراء: 5)

یعنی اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر ایک ایسا نشان اتاریں کہ اس کے سامنے ان کی گردنیں جھکی کی جھکی رہ جائیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ:

’’ینادی مناد من السماء تسمع الفتاۃ فی خدرھا ویسمع اھل المشرق والمغرب وفیہ نزلت ھذہ الایہ۔اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ‘‘

(بحار الانوار جلد 52 صفحہ 285 از ملا محمد باقر مجلسی، دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک منادی آسمان سے آواز دے گا جسے ایک نوجوان لڑکی پردے میں رہتے ہوئے بھی سنے گی اور اہل مشرق ومغرب بھی سنیں گے اور یہ آیت مذکورہ بالا اسی تعلق میں نازل ہوتی ہے۔

سورۃ نمل میں ہدہد کے قصہ میں پیشگوئی

قرآن کریم کی سورۃ نمل میں باریک اشاروں میں ایک لطیف پیشگوئی بیان ہوئی ہے جس کا تعلق آخری زمانہ کی ایجادات سے ہے۔ یہ نکتہ ایک احمدی عالم مکرم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب نے اخذ کیا ہے۔

سورۃ نمل میں حضرت سلیمانؑ کے واقعات میں ایک ھدھد کا ذکر ہے جسے عام طور پر پرندہ سمجھا جاتا ہے مگر ہمارے نزدیک یہ ایک اعلیٰ سرکاری افسر کا نام ہے اور اس کے معانی میں پیشگوئی مضمر ہے۔

لغت میں ہُدہُد کے معنی سمندر کی گونج اور ایسی آوازوں کے ہیں جو سنائی تو دیں مگر بولنے والے سامنے نہ ہوں اسی لیے ایک پرندے کا نام ھدھد رکھا گیا ہے جو درختوں میں چھپ کر چونچ سے آواز پیدا کرتا ہے اس کی کنیت ابو الاخبار ہے یعنی خبریں پہنچانے والا۔ عرب بصارت اور تیز نگاہی کے لیے ہُدہُد کی مثال دیتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے مخالفین کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ رہنے کے لئے محکمہ قائم کیا ہوا تھا جس کے افسر کا صفاتی نام ہُدہُد رکھا تھا۔ (النمل: 21) اور قرآن مجید میں اس قصہ کو بیان کرنے کی غرض یہ پیشگوئی ہے کہ آئندہ اسلام کی خدمت کے لیے ایسی ایجادات ہوں گی جن سے آوازیں سنی جائیں گی مگر بولنے والے سامنے نہیں ہوں گے پھر ایسے آلات بھی نکل آئیں گے کہ بولنے والے نظر آجائیں گے۔

مولانا کی تحقیق کے مطابق سورۃ نمل کا خصوصی لگاؤ پندرہویں صدی سے ہے اس لئے یہ آلات اس صدی میں اسلام کی خاص خدمت انجام دیں گے۔ (معجزات القرآن صفحہ 216) مولانا نے یہ کتاب 1975ء میں تصنیف کی تھی اور 1982ء میں آپ کی وفات ہوگئی اور اس کے بعد یہ کتاب شائع ہوئی۔ ان سے یہ روایت بھی منسوب ہے کہ جماعت احمدیہ کے پاس 15 ویں صدی ہجری میں طاقتور ٹی وی سٹیشن ہوگا۔

قران کریم میں اشارۃً ریڈیو اور ریکارڈنگ مشین کا بھی ذکر ہے۔ مولانا کا استدلال سورۃ ق کی آیت نمبر 19 سے ہے۔

مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ۔ کہ انسان جو بات بھی اپنے منہ سے نکالتا ہے ایک چست نگران اسے فوراً محفوظ کر لیتا ہے۔ جب یہ الفاظ نازل ہوئے تو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسی مشین ایجاد ہو گی جو آواز کو محفوظ کر لے گی اور آواز بار بار سنی جا سکے گی۔

(معجزات القرآن صفحہ 217)

انجیلی پیش خبریاں

انجیل میں بھی آخری زمانہ میں وحدت اقوام اور آسمانی پیغام کی عالمی اشاعت کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی بعثت ثانی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ’’بادشاہی کی یہ انجیل تمام دنیا میں سنائی جائے گی تا کہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو تب انجام ہوگا۔‘‘

(انجیل متی باب 24 آیت 14)

اسی تسلسل میں چند آیات کے بعد اپنے غلبہ کے بقیہ صفحہ 12 پر

سیّدہ ثریا صادق۔ لندن

جشن سو سالہ لجنہ اماء اللہ یوکے

لجنہ کی قربانیوں کا ذکر تو خود ایک وسیع مضمون ہے جن سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی سو سالہ جوبلی کے حوالہ سے ابتدائی قربانیوں اور تاریخی واقعات کا ذکر مختصر کروں گی۔ کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کے لئے اور ان کی آنے والی نسلوں کو گزشتہ لوگوں کی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ تا وہ دیکھیں کہ ان کے بزرگوں نے کس کس موقع پر دین کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کیں ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی تاریخ اگرچہ صرف سو سال پرانی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بے شمار ثمرات سے لدی پڑی ہے جس سے آنے والی نسلیں اپنی دادیوں، نانیوں اور ماؤں کی قربانیوں کو یاد رکھ سکیں گی اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق پائیں گی۔ ان شاء اللہ

احمدی مستورات کی تاریخ میں 15/ دسمبر 1922ء کا دن ایک خاص اہمیت کا حامل ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی حرم حضرت امۃ الحیؓ صاحبہ کی تحریک پر مستورات کی تعلیمی اور تربیتی امور کی طرف غور فرمایا اور پھر 25/ دسمبر 1922ء کو ایک ایسی تنظیم کی بنیاد رکھی جس پر اسلام، احمدیت اور جماعت کی ترقی کا بہت حد تک انحصار ہو اور جس کے نتیجہ میں احمدی عورتیں تعلیمی، دینی، فکری اور عملی لحاظ سے ترقی کر کے دنیا کی مسلمان خواتین کی صف اول میں نظر آئیں اور اس کے نتیجہ میں ان میں قربانی کا ایک ایسا عظیم الشان جذبہ پیدا ہو جو ایک زندہ جماعت کی فعال خواتین کے لئے ضروری ہوتا ہے اور جس کے نتیجہ میں ان کے ذریعہ کفرستان کے مرکزوں میں خدائے واحد کا نام پوری قوت و شوکت سے بلند ہو۔ پس 25/ دسمبر 1922ء کا دن بڑا ہی مبارک دن تھا جس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ذریعہ لجنہ اماء اللہ کی بنیاد پڑی۔

چنانچہ حضورؓ نے قادیان کی مستورات کے نام 17 نکات کا ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں لجنہ کے بنیادی مقاصد اس مضمون میں بیان کئے گئے۔ فرمایا کہ مستورات اس امر کو محسوس کریں کہ روزمرہ کے کاموں کے سوا اور بھی کام کرنے کے قابل ہوں اور وہ اس قابل ہیں اور وہ ایسے کام بھی کر سکتی ہیں۔ مختصراً ان 17 نکات کے بنیادی اعلیٰ مقاصد یہ ہیں کہ خواتین اپنے وجود کو بے کار نہ سمجھیں، اُٹھیں اور اُٹھ کر تعلیمی اور تربیتی میدان میں دنیاوی اور دینی لحاظ سے ہر ممکن جد و جہد کریں، تحریر اور تقریر میں حصّہ لیں، جماعتی کاموں میں دلچسپی لیں کیونکہ یہ سب ایک تبلیغی ذریعہ بھی ہے اور باہمی تعلقات اور خیالات کو سمجھنے اور سمجھانے کا ایک خوبصورت ہتھیار بھی، اس سے کماحقّہ فائدہ اُٹھائیں اور اپنے علم اور عمل سے یہ ثابت کر دیں کہ عورت عضوِ معطّل نہیں ہے بلکہ وہ تو گاڑی کے اس دوسرے پہیے کی طرح ایک اہم رکن ہے جس کے بغیر گاڑی کا چلنا ناممکن ہے۔ چنانچہ ان بنیادی امور پر عمل کر کے خواتین اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے مرنے کے بعد بلکہ اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث بن سکتی ہیں۔

مضمون کے آخر میں آپؓ نے مستورات کو دعوت دی کہ ان امور کو مدِنظر رکھ کر ایسی بہنیں جو اس خیال کی مؤید ہوں اور مندرجہ ذیل باتوں کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہوں، وہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے مل کر کام شروع کریں۔ اگر آپ ان باتوں سے متفق ہوں تو اس کاغذ پر دستخط کر دیں تا کہ اس کام کو جلد سے جلد شروع کر دیا جائے۔ گو کہ یہ ابتدائی تحریک محض رضا کارانہ رنگ میں تھی۔ قادیان کی 14 خواتین نے اس پر دستخط کئے جن کے نام یہاں تحریر کئے جاتے ہیں:

1. (حضرت ام المومنین) اُمّ محمود نصرت جہاں بیگم صاحبہ
2. حضرت (صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعودؑ
3. حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
4. حضرت سیّدہ امۃ الحیٰ صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ الاوّلؓ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
5. حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
6. عزیزہ ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ
7. (جنابہ) صالحہ صاحبہ اہلیہ میر محمد اسحاقؓ صاحب
8. (جنابہ) حمیدہ خاتون خورشید صاحبہ بنت حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی
9. (جنابہ) مریم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علیؓ صاحب
10. (عزیزہ) رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا گل صاحب
11. عزیزہ کلثوم بانو صاحبہ اہلیہ قاضی محمد عبداللہ صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم السلام ہائی سکول
12. (جنابہ) میمونہ خاتون صوفیہ صاحبہ اہلیہ مولوی غلام محمد صاحب
13. (عزیزہ) سائرہ خاتون صاحبہ اہلیہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے (افسر ڈاک)
14. عزیزہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت مکرمی ماسٹر شیخ عبد الرحمٰن صاحب (نو مسلم)

حضور کے فرمان پر جب 14 ممبرات نے دستخط کر دیے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 25/ دسمبر 1922ء کو اعلان فرمایا کہ سب عورتیں جو لجنہ کی ممبر بنی ہیں حضرت اُمّ المومنین کے گھر جمع ہو جائیں۔ چنانچہ بعد از نماز ظہر تمام ممبرات لجنہ کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تقریر فرمائی اور اس طرح لجنہ اماء اللہ کی بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی اور اس سال جلسہ سالانہ کا انتظام بھی لجنہ کے سپرد فرمایا اور جلسہ کے انتظامات کے متعلق قیمتی مشورے دیے اور نصائح فرمائیں۔

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ 65-71)

لجنہ اماء اللہ کی تاریخ کے چند قابلِ ذکر سال

1922ء

25/ دسمبر 1922ء کو لجنہ کی بنیاد رکھی گئی۔ 1989ء تک خدا کے فضل سے پاکستان میں 1941 اور بیرون پاکستان 789 شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔

1923ء

نور ہسپتال قادیان کا زنانہ کمرہ مستورات کے چندہ سے تعمیر ہوا جس کا سنگ بنیاد حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ نے رکھا۔

1924ء

اکتوبر 1924ء میں مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ مسجد لجنہ کے چندہ سے تعمیر ہوئی۔

1925ء

احمدیہ زنانہ سکول سیالکوٹ کا قیام نیز مدرسۃ الخواتین کا افتتاح قادیان میں ہوا۔

1926ء

لجنہ کے رسالہ مصباح کا اجراء اور دستکاری کی نمائش کا اجراء ہوا۔

1927ء

16/ ستمبر 1927ء امۃ الحیٰ لائبریری کا قیام عمل میں آیا۔

1928ء

لندن مشن کے اجراء کے اخراجات کے لئے 9 ہزار روپے کی تحریک میں مستورات نے بشاشت قلب سے حصّہ لیا۔

1929ء

گرلز سکول قادیان کی نگرانی کا کام لجنہ اماء اللہ کے سپرد کیا گیا۔

1931ء

مجلس مشاورت میں لجنہ اماء اللہ کو حق رائے دہندگی ملا۔

1934ء

تحریک جدید کا آغاز۔ چندہ میں شمولیت کے علاوہ مستورات نے تین سال تک سادگی اختیار کرنے کا عہد کیا۔

1935ء

ناخواندہ خواتین کو خواندہ بنانے کی کامیاب مہم چلائی۔

1939ء

خلافت جوبلی کی تقریب کے لئے لوائے احمدیت کی تیاری لجنہ کی زیر نگرانی ہوئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر صحابیات نے اس کے لئے سوت کاتا۔ 28/ دسمبر کو لوائے لجنہ اماء اللہ حضرت مصلح موعودؓ نے لہرایا۔

1942ء

حضرت سیّدہ اُمّ طاہر کی صدارت میں لجنہ کا نیا انتخاب ہوا۔ پہلی بار لجنہ اماء اللہ کے قواعد و ضوابط مرتب کئے گئے۔

1944ء

تعلیم الاسلام کالج کے چندہ کے لئے لجنہ اماء اللہ کی جد و جہد۔

1945ء

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تشکیل۔ دفتر لجنہ کے لئے زمین خریدی۔ دفتر لجنہ کا قیام۔ لجنہ کی پہلی شوریٰ۔ سالٹ پانڈ (غانا میں زنانہ سکول کے لئے چار ہزار روپے چندہ دیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق ہر شہر، گاؤں اور قصبہ میں لجنہ اماء اللہ کے قیام کی کوشش۔ تعلیم بالغان، ناصرات

الاحمدیہ کا قیام، منارۃ المسیح ہال کے لئے چندہ میں شمولیت۔

1947ء

انگریزی میں ترجمۃ القران کے لئے دو سو جلدوں کی قیمت کی پیشکش لجنہ کی طرف سے۔مصباح کا انتظام لجنہ نے کلی طور پر لے لیا۔

1947ء

مساعی بعد از ہجرت قادیان سے لاہور آنے کے بعد مہاجر خواتین کی تعداد کے لئے لجنات کی مساعی۔ 11؍ستمبر 1947ء لاہور میں دفتر لجنہ کا قیام۔مہاجرات کو چرخہ کاتنے، چکی پیسنے کی مشق، وصیت کروانے کی تحریک پر لجنہ اماء اللہ کی کوشش۔

1948ء

رمضان المبارک میں تعلیم القرآن کا اجراء۔ مجاہدین کشمیر کے لئے سیّدہ اُمّ داؤد صاحبہ کی نگرانی میں مستورات کی خدمات۔ وردیوں کی صفائی اور مرمت وغیرہ۔

1949ء

11؍ستمبر 1949ء میں لجنہ اماء اللہ لندن کا قیام۔ ربوہ میں پہلا جلسہ۔ مستورات کا انتظام۔ ربوہ میں نصرت گرلز ہائی سکول کا قیام۔ جلسہ سالانہ ربوہ میں لجنہ کے زیر انتظام صنعتی نمائش کا آغاز۔

1950ء

بیت المبارک ہالینڈ کے چندہ کی تحریک صرف عورتوں کے لئے۔

1950ء

مصباح کا اجراء ربوہ سے۔ ربوہ میں دفتر لجنہ کا سنگ بنیاد۔ امۃ الحیٔ لائبریری کا سنگ بنیاد۔ امۃ الحیٔ لائبریری کا ربوہ میں احیاء۔

1951ء

14 جون کو جامعہ نصرت کا قیام۔

1952ء

ماریشس میں لجنہ کا قیام۔

1953ء

لجنہ ربوہ کی تشکیل۔ علیحدہ لجنہ بنائی گئی۔

1954ء

احمدی عورتوں کے چندہ سے جرمن ترجمۃ القرآن کی اشاعت۔

1957ء

فضل عمر جونیئر ماڈل سکول کا افتتاح۔ عورتوں کے چندہ سے لجنہ ہال اور ایک گیلری کی تعمیر۔ ہمبرگ (جرمنی) مسجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانی۔ لجنہ کا پہلا سالانہ اجتماع۔

1958ء

سیّدہ اُمّ ناصر لجنہ کی پہلی صدر صاحبہ کا انتقال اور لجنہ کی دوسری صدر صاحبہ سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا انتخاب۔ لجنہ کی پہلی رپورٹ شائع ہوئی۔

1962ء

بیت المحمود زیورچ (سوئٹزرلینڈ) کا سنگ بنیاد سیّدہ امۃ الحفیظ صاحبہ نے رکھا۔ اس کے چندہ کے لئے لجنات کی جدوجہد لجنات کو حسن کارکردگی کی بناء پر سندات دینے کا فیصلہ اور اجراء۔

1964ء

حضرت مصلح موعود کے 50 سالہ کامیاب دور خلافت کی خوشی میں لجنہ کی طرف سے ڈنمارک میں مسجد بنانے کی پیشکش۔

1966ء

مستورات کے چندوں سے بننے والی مسجد بیت النصرت کوپن ہیگن (ڈنمارک) کی بنیاد 21؍اکتوبر 1966ء کو رکھی گئی۔

1966ء

تنظیم موصیات کا قیام۔ امام جماعت کا ارشاد کہ ہر موصیہ کم از کم دو عورتوں یا بچوں کو قرآن کریم پڑھائے۔ احمدی بچوں سے وقف جدید کے لئے پچاس ہزار روپے جمع کرنے کی تحریک۔

1967ء

بیت نصرت جہاں ڈنمارک کا افتتاح جو احمدی خواتین کے چندہ سے تعمیر ہوئی۔ احمدی بچوں کے لئے جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ کی اشاعت۔

1970ء

جامعہ نصرت ربوہ کے سائنس بلاک کا سنگِ بنیاد جس کا نصف خرچ لجنہ نے اُٹھایا۔

1971ء

1971ء کی جنگ میں لجنہ کی طرف سے دس ہزار روپے کی پیشکش دفاعی فنڈ میں کی گئی۔

1972ء

لجنہ کا جشن پچاس سالہ۔ اس موقعہ پر سیّدہ صدر صاحبہ نے ایک لاکھ روپیہ لجنہ مرکزیہ اور ایک لاکھ روپیہ لجنہ انگلستان کی طرف سے اشاعت قرآن کریم کے لئے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔

(احمدیہ سد سالہ جشن تشکر مجلہ 1889ء تا 1989ء)

1972ء تا 2022ء

1۔ آبجابوواڈے(Ajabovaday) لیگس (نائیجیریا) میں مسجد دو مخلص احمدی خواتین الحاجہ فاطمہ اور الحاجہ ایلارگہ کے چندوں سے بنی۔

2۔ سروانگا مسجد (Sarwanga) جزیرہ لمباسا (فجی) میں ایک مسجد ایک ہندو نومبائعہ مسز موہنی شاہ نے زمین اور مسجد کے سب اخراجات چندہ دے کر پیش کئے اور باوجود مخالفت کے زمین کو اور مسجد کو احمدیہ جماعت کے نام رجسٹر کروایا۔

3۔ محمود مسجد مارو چیڈ (Maro Chad) لجنہ اماء اللہ مارو نے اس مسجد کو فرنش کرنے کے لئے چندہ دیا۔

4۔ مسجد اقصیٰ۔ نانڈی (ہائی لینڈ آف کینیا) (Nandi نیروبی)۔ لجنہ اماء اللہ نانڈی نے اس مسجد کی تعمیر میں بھی شمولیت کی اور مسجد کے لئے دیگر سامان بھی مہیا کئے اور فرنش بھی کیا۔

(lajna Speaks Souvenir.page57lajna Imaillai)

1976ء

مہمان خانہ مستورات ربوہ کی بنیاد رکھی گئی۔

1981ء

امام جماعت احمدیہ نے صحت کو ٹھیک رکھنے کے لئے لجنہ کے کھیل کے کلب کا اجراء فرمایا۔ جس کے مطابق لجنہ کا پہلا ایتھلیٹکس ٹورنامنٹ ربوہ میں منعقد ہوا۔ آپ نے اجتماعات کی کامیاب کے لئے 21۔21۔ بکروں کے صدقہ کی تحریک فرمائی۔

1983ء

بیت بشارت سپین کے افتتاح اور سفر یورپ سے کامیاب مراجعت کی خوشی میں لجنہ مرکزیہ اور لجنہ ربوہ نے پیارے امام کی خدمت عالیہ میں استقبالیہ پیش کیا۔ اسی سال محترمہ امۃ المجیب صاحبہ کے فزکس میں PHD کرنے اور اسلامی اقتدار کی غیر معمولی حفاظت پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے حضور پُرنور نے طلائی تمغہ مرحمت فرمایا۔

1985ء

3؍مئی کو لجنہ اماء اللہ کے نئے دفتر کے سنگِ بنیاد کی پہلی تقریب منعقد ہوئی۔ 4؍مئی کی تقریب میں خواتین نے سنگِ بنیاد میں حصہ لیا۔

1986ء

محترمہ سیّدہ صدر صاحبہ لجنہ مرکزیہ پہلی مرتبہ انڈونیشیا کے دورے پر تشریف لے گئیں۔

1988ء

20؍فروری کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی نئی عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔

1989ء

طاہر ہسپتال نگر پارکر (پاکستان) لجنہ اماء اللہ کے تعاون اور غیر معمولی چندوں کی شمولیت سے بنا۔

2009ء

طاہر ہسپتال نگر پارکر کا افتتاح 2009ء میں ہوا۔

(از احمدیہ صد سالہ جشن تشکر مجلہ 1989ء - 1889ء)

آئیوری کوسٹ (ویسٹ افریقہ) کے ہسپتال میں میٹرنٹی یونٹ بنانے کی تقیم منظور ہو چکی ہے۔ اب عملی اقدام کئے جا رہے ہیں اور چندہ جمع ہو رہا ہے۔

بیرون ملک پاکستان لجنہ اماء اللہ کا قیام

1926ء بنگلہ دیش۔

1928ء انڈونیشیا۔

1929ء کینیا (مشرقی افریقہ)۔ سری لنکا۔

1930ء سالٹ پانڈ۔ غانا۔

1934ء نائیجیریا (مغربی افریقہ)۔

1935ء ریاستہائے متحدہ امریکہ۔

1946ء کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ)

1949ء انگلستان۔

1951ء قادیان (تقسیم ہند کے بعد) بورنیو۔ (ایسٹ ملیشیا)

1952ء ٹبورا۔ سنگاپور۔ سیرالیون۔ آئیوری کوسٹ (ویسٹ افریقہ)

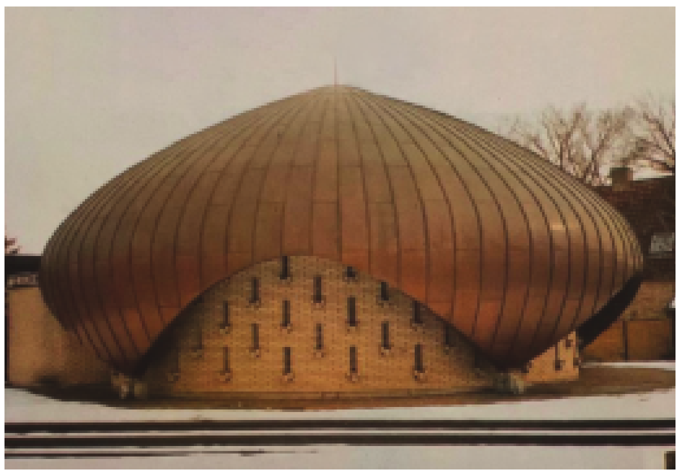

1956ء تنزانیہ
1957ء گیانا (سری نام) (جنوبی امریکہ)
1958ء ماریشس۔
1963ء کینیڈا (شمالی امریکہ)
1964ء ڈنمارک۔ عدن۔
1965ء جاپان۔ ملیشیا۔ فجی۔
1966ء یوگینڈا (جنجہ)۔ کویت۔
1967ء کمپالہ۔
1968ء ہالینڈ۔
1971ء سویٹزر لینڈ۔
1973ء مغربی جرمنی۔
1975ء ناروے۔ گیانا (برٹش)
1976ء سویڈن۔
1979ء گیمبیا۔
1983ء آسٹریلیا۔ ٹرینیڈاڈ۔ سپین۔
1985ء لائبیریا۔ فرانس۔ برما۔
1986ء بیلجیم۔ والو (ساؤتھ افریقہ)
1987ء نیوزی لینڈ۔ برازیل۔ زائر
1988ء فلپائن۔

(از احمدیہ صد سالہ جشن تشکر مجلہ 1889ء تا 1989ء لجنہ اماء اللہ)

بھلا جس نے لجنہ اماء اللہ پر اس قدر احسان کیے ہوں اُس کے احسانوں کو ہم کیسے فراموش کر سکتے ہیں۔ جس نے ہمیں ہر قسم کے تعلیمی، تربیتی، ذہنی، فکری اور عملی طریق کے گُر سکھائے۔ ہمارے دلوں میں قربانی کا ایک عظیم الشان جذبہ پیدا کیا جو ایک فعال جماعت کے لئے ضروری تھا۔ ہمیں ہر میدان میں جدوجہد کرنے کے اسباق دیے اور رہنمائی فرمائی۔ جس نے احمدی مستورات کو زمین سے اُٹھا کر فلک پر بٹھا دیا۔

میں نے اپنے پیارے آقا حضرت مصلح موعودؓ کی مدح میں جو انہوں نے لجنہ اماء اللہ پر کیں، شکرانے کے طور پر چند اشعار لکھے ہیں جو آپ کے جریدہ کے ذریعہ قارئین کی زیرنظر ہیں۔

ہدیہ تبرک حضرت مصلح موعودؓ

سلام اس پر کہ جس نے ابتدا تنظیم کی ہے
سلام اس پر کہ جس نے نام کی ترمیم بھی کی ہے
سلام اس پر کہ جس نے نام لجنہ رکھ دیا اُس کا
دیا اُس کو سہارا اپنی ہمت اور دعاؤں کا
ذرا تو یاد تو کر اس سے پہلے کے زمانے کو
نگہ میں نفرت و توہین کے اس تازیانے کو
سلام اس پر کہ جس نے تیری قوت کو جگایا ہے
سلام اس پر کہ جس نے تیرے رتبے کو بڑھایا ہے
ابھی کل ہی تو گزرا ہے یہ اک سو سال کا عرصہ
مبارک کر خدایا تو ہی ہر کام لجنہ کا
مبارک ہو ہمیں یہ سو سالہ جشن لجنہ کا
کہ یہ ہے ایک نقشہ سیرتِ محمود احمدؓ کا
رکھی بنیاد یہ کہہ کر میرے آ قا نے لجنہ کی
کہ ہو یہ عاشق احمدؑ بنے رہبر زمانہ کی
رکاوٹ ہو نہیں سکتی کبھی رفتار لجنہ میں

جدھر دیکھو اُدھر یہ محو ہے تعلیم قرآں میں
ہمارے حوصلے کچھ کم نہیں خدام احمد سے
ملا حصہ برابر کا ہمیں بھی جامِ احمدؑ سے
سلام اس پر کہ جس نے ہر قدم پر دستگیری کی
مثال ایسی ہوئی قائم امیری میں فقیری کی
ہمیشہ سامنے اپنے رکھی لجنہ کی بہبودی
مئے تقریر بخشی اک نئی تہذیب بھی دے دی
تو قائم ہو گئی وحدت، ملی ذروں کو تابانی
مبارک طرح کی ہم کو ملی دنیا میں سلطانی
مشارق اور مغارب میں بنی ہیں مسجدیں اپنی
اور ان میں سُرخرو سو سالہ عظمتیں اپنی
رسول اللہؐ نے فرمایا ہیں دن عیسیٰ کے آنے کے
جب عالم بھی بگڑ جائیں گے مہدیؑ کے زمانے کے
اگر ایما معلّق بھی ہوا جا کے ثریا پر
تو پالے گا اسے ابنائے فارس کا جری جا کر
یہی تو پیشگوئی ہے جو روکے سے نہیں رکتی
بھلا کب روشنی پردہ کئے جانے سے ہے چھپتی
تیری تبلیغ پھیلائیں گے دنیا کے کناروں تک
نہیں کچھ ڈر جو جا نا ہو شیاطیں کے مناروں تک
نہیں محمودؓ ہم میں آج پر احمدؑ کا دیں تو ہے
ہزاروں اس کے احسان جن کی لجنہ اب امیں تو ہے
جشن لجنہ کا ہے، اصلی نشان تو ہے خلافت کا
کہ یہ ہے آئینہ موعود مصلحؓ کی امامت کا
نہ ہو کیوں ہر قدم پر کامیاب و کامران لجنہ
خلافت خامسہ ہو جب نگہبان پاسبان لجنہ

بقیہ: فرمان خلیفہ...... از صفحہ 1

جبکہ اُس کے مدِمقابل جو شخص تھا وہ دنیا بھر میں کامیاب ہے۔ کہنے لگے مجھے خود کچھ سال پہلے تک معلوم نہیں تھا کہ میرے پڑدادا کون ہیں۔ ابھی حال ہی میں مَیں اپنے آباؤ اجداد کی تلاش کر رہا تھا تو مجھے یہ پتہ چلا کہ ہنری مارٹن کلارک میرے پڑدادا ہیں۔ بہرحال تقریباً آدھا گھنٹہ ہماری گفتگو ہوتی رہی۔ بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اور احتیاط سے میرے ساتھ بات کر رہے تھے۔ میں سمجھا شاید یہ اُن کا انداز ہو گا لیکن بعد میں آصف صاحب کو کہنے لگے کہ ساری ملاقات میں میں بڑی جذباتی کیفیت میں رہا ہوں اور اُس کے بعد جب باتیں ہوئیں تو آصف صاحب نے انہیں دوبارہ بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہنری مارٹن کلارک کے بارے میں اگر بعض سخت الفاظ استعمال کئے ہیں تو وہ اُس مارٹن کلارک کی ضد کی وجہ سے تھا اور اُس مباحثے کی صورتحال کی وجہ سے تھا جو اُس وقت پیدا ہوئی تھی۔ باوجود اس کے کہ بڑا واضح ہے اور سارے مباحثے کو پڑھ کر انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ فتح اسلام کی ہوئی لیکن وہ یہی نعرہ لگا تا رہا اور اس بات پر اصرار کرتا رہا کہ عیسائیت جیت گئی۔ تو پھر آپ نے یہی فرمایا کہ دعا کے ذریعے سے فیصلہ ہو جائے تا کہ اللہ تعالیٰ واضح نشان دکھائے۔ کافی لمبی باتیں کیں۔ اس پر وہ بے ساختہ کہنے لگا، God has certainly shown a sign even today یعنی اللہ تعالیٰ نے یقینی طور پر نشان دکھایا بلکہ آج بھی نشان دکھا دیا ہے۔ ملاقات کا بھی اُس نے ذکر کیا۔ اس کی تفصیل تو مَیں نے آصف صاحب کو کہا ہے کہ کسی وقت مضمون بنا کر لکھ دیں۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت آج انہی دشمنانِ اسلام کی اولادوں کے منہ سے اللہ تعالیٰ ظاہر فرما رہا ہے۔ اگر سمجھ نہیں آتی تو ان مُلّاؤں کو جو دین کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 9؍ دسمبر 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

بقیہ: احمدیت کا فضائی دور...... از صفحہ 9

ذرائع اور کیفیت بھی بیان کرتے ہیں: ’’جیسے بجلی مشرق سے چمک کر مغرب تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کی آمد ہو گی۔‘‘

(متی باب 24 آیت 27)

پھر فرمایا ’’وہ ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتا دیکھیں گے۔ تب وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ آسمان کے افق تک چاروں طرف سے اس کے برگزیدوں کو جمع کریں گے۔‘‘

(متی باب 24 آیت 30-31)

ان آیات میں برقی نظام کے خدمت دین پر مامور ہونے اور ہوائی لہروں کے افق تا افق مسیح موعود کے پیغام کے پہنچنے کی خبر ہے جو چاروں طرف سے سعید روحوں کو جمع کر دے گا۔

یہ فقط ٹی وی کا اک چینل نہیں
پیار کی اِک داستاں ہے ایم ٹی اے
اِک تمنا کی حسیں تعبیر ہے
آج مثلِ خانداں ہے ایم ٹی اے

محمودہ شوکت اہلیہ سلطان محمود انور

یاد رفتگان

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

کوئی موسم یاد کا موسم نہیں ہوتا۔ تنہائی ہو تو ماضی کی یادوں کی فلم سی چلنے لگتی ہے۔ ابھی تو میرے ساتھی کو بچھڑے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ ساٹھ سالہ رفاقت کے شب و روز پل پل یاد آتے ہیں۔ میری شادی بھی ایک دلچسپ واقعہ تھی۔ ہم کھاریاں میں رہتے تھے یہ بڑا شہر نہیں ہے۔ پہلے اس میں لڑکیوں کا سکول صرف میٹرک تک تھا مزید تعلیم کے لئے کسی دوسرے بڑے شہر جانا پڑتا تھا۔ اس لئے میری بڑی بہنوں نے قریب ترین شہر گجرات جا کر ہوسٹل میں رہ کر بی اے تک تعلیم حاصل کی جب میں نے میٹرک پاس کرلیا تو مجھے آگے پڑھنے کے لئے ربوہ بھیجنے کا فیصلہ ہوا کیونکہ میرے بڑے بھائی جان مکرم ڈاکٹر ضیاءالدین (مرحوم) فضل عمر ہسپتال میں خدمات بجالا رہے تھے۔ جب میں ربوہ آئی تو مجھے بخار ہوگیا۔ بھائی جان نے محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب مرحوم سے ذکر کیا اور دعا کے لئے کہا کہ داخلہ لینے آئی ہے مگر بیمار ہوگئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی بہن کو نرسنگ میں لائلپور میں داخل کروا دیں ہمیں نرس کی بہت ضرورت ہے۔ بھائی جان حضور کے بعد میاں صاحب کی بات کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ مجھے کہنے لگے جامعہ نصرت نہیں نرسنگ کالج لائلپور میں داخلہ لے لو۔ میاں صاحب کا فرمان ہے اور میں انکار نہیں کرسکتا۔ تم تیار ہو جاؤ تمہیں لائلپور جانا ہے۔ میں نے کہا مجھے نرسنگ پسند نہیں میں نے نہیں جانا۔ لیکن وہ کسی صورت میری بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔ میں نے رونا شروع کر دیا اور اپنی امی کو خط لکھا کہ مجھے واپس بلا لیں۔ چنانچہ انہوں نے بھائی جان کو خط لکھا کہ اسے فوراً واپس بھیج دیں اس طرح میں واپس چلی گئی۔ داخلے کا وقت نکل گیا۔ خیال تھا اگلے سال داخلہ لے لوں گی مگر داخلے سے پہلے میرے لئے مولوی صاحب کا رشتہ آ گیا۔ بات پکی ہوگئی۔ میں پڑھنا چاہتی تھی لیکن بڑوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ نکاح کر دیا جائے۔ دسمبر کے جلسے کے دن تھے۔ جلسے کے تین دن گزرنے کے بعد نکاح کا فیصلہ کیا گیا۔ بھائی جان نے حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کو ظہر کی نماز بعد نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ میرے لئے یہ فیصلہ بہت اچانک تھا۔ ابھی شادی کا سوچا بھی نہ تھا۔ بھائی جان نے تسلی دی کہ ابھی نکاح ہی ہوگا رخصتی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد کریں گے۔ مگر نکاح کے بعد کون ٹھہرتا ہے۔ میرے خسر صاحب کے اصرار پر جلد رخصتی کا بھی فیصلہ ہوگیا اور یوں جنوری میں شادی کے بندھن میں بندھ گئی۔ میں الہڑ سی کھلنڈری سی لڑکی تھی۔ عمر بھی کم تھی کھیل کود میں وقت گزارنا پسند تھا مگر جو شوہر ملے وہ مربی بن کر فیلڈ میں کام کر رہے تھے۔ ابھی ٹھیک سے مانوس بھی نہ ہوئی تھی کہ شادی کے کچھ دن بعد ان کی تقرری باندھی سندھ ہوگئی اور ہم دونوں گھر سے بہت دور سندھ آ گئے۔ وہاں بہت بڑا گھر تھا جو کہ حاجی عبدالرحمٰن کے بھائی حاجی عبدالستار صاحب کا تھا۔ وہ خود نواب شاہ میں رہتے تھے۔ میں بھرے گھر سے گئی تھی۔ مجھے تنہائی سے وحشت ہونے لگی۔ یہ تو اپنے کام پر چلے جاتے تھے اور میں اکیلی بیٹھ کر روتی رہتی تھی۔ کچھ دن بعد مجھے کہنے لگے کہ میں دورے پہ جا رہا ہوں اور حاجی صاحب کی چھوٹی بیٹی تمہارے پاس آ کر رہے گی۔ میں نے کہا مجھے بہت ڈر لگتا ہے، گھر اتنا بڑا ہے اور بجلی بھی نہیں ہے تو کہنے لگے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام والی قربانی دینی ہے۔ انہوں نے جنگل میں اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑا تھا یہاں پر تو بہت اونچی دیواریں ہیں، گھبراؤ نہیں اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ انہوں نے کچھ اس انداز سے سمجھایا کہ ڈر ختم ہوگیا اور یہ سمجھانا پھر ساری زندگی ساتھ رہا۔

یہ میری شادی شدہ زندگی کی شروعات تھیں۔ ہماری طبیعتوں میں بہت اختلاف تھا۔ زمانے کے نشیب و فراز سے نا آشنا تھی۔ میرے خدا نے ہی مجھے سنبھالا۔ واقف زندگی کی بیوی ہونے کی وجہ سے زندگی کے طور طریق عام لوگوں سے مختلف تھے۔ مجھے اس ماحول میں ڈھلنے میں ان کی نرم مزاجی نے بہت ساتھ دیا۔ یہ میری بہت سی بیوقوفیوں کو نظرانداز کر دیتے تھے۔ میری خواہشوں کو پورا کرتے مجھے گھر کی اور کچن کی چیزوں کا شوق تھا۔ میں نے کبھی اظہار نہیں کیا تھا لیکن اندازہ ہوگیا تھا اس لئے جہاں بھی جاتے کچھ نہ کچھ میری پسند کی چیزیں لے کر آتے۔ ایک اور بات جو مجھے بہت اچھی لگتی میرے لباس اور رکھ رکھاؤ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ میرے کاموں میں دخل اندازی نہ کرتے کوئی خریداری کرتی تو کبھی مجھ نہیں پوچھا کہ یہ چیز کہاں سے لی تھی کتنے کی لی تھی اگر کسی کو تحفہ دینا چاہتی تو بھی نہ پوچھتے کتنے کا لیا ہے کس کو دیا ہے۔ میرے بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب بھی کوئی آتا تو بہت خوش ہوتے اور خوب تواضع کرتے تھے۔ ہمارے گھر تو اکثر مہمانوں کا میلہ لگا ہی رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت توکل تھا۔ اگر کوئی پروگرام بناتے اور وہ کسی وجہ سے رہ جاتا تو ملال نہ کرتے بلکہ کہتے کہ اسی میں کوئی بہتری ہوگی۔

ان کی بڑی خوبیوں میں سے ایک یہ تھی کہ خلافت کے دل و جان سے وفادار تھے اور ہر معاملے میں خلیفہ وقت کی اطاعت کرتے۔ یہی ایمان تھا کہ جو بات خلیفہ کی دور بین نظر دیکھ سکتی ہے وہ ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ جہاں تک وہ دیکھ سکتے ہیں ہماری سوچ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور جو بھی حکم ملے بلاچون و چرا اس پہ عمل کرو کہ اسی میں برکت ہے۔

اسی فیصلے میں بہتری ہے۔ جہاں بھی بطور مربی تبدیلی ہوئی فوراً تیار ہو جاتے تھے اور کبھی کوئی عذر یا پس و پیش نہیں کیا۔ فوراً جگہ چھوڑ دیتے اور مجھے بھی سمجھاتے کہ اسی میں برکت ہے۔ ہر کام میں دعا اور مشورے کے لئے لکھتے تھے۔ اگر مجھے فوراً تبدیلی میں تردد ہوتا تو سمجھاتے ہمیشہ کے لئے تو نہیں جا رہے وہاں سے بھی تبدیلی ہو جائے گی۔ اس لئے خوشی سے تیاری کرو۔ سلسلہ کے متعلق ادنیٰ سا شکوہ بھی نہ سنتے تھے۔ خاندان مسیح موعودؑ سے بہت عقیدت رکھتے تھے خلافت سے بہت وفا کا تعلق تھا اور خلفائے کرام کا بے حد احترام تھا۔ گھر میں بھی اور باہر بھی ان کے سامنے کسی کی مجال نہیں تھی کہ سلسلہ پہ کوئی اعتراض کر سکے۔

طبیعت میں مزاح تھا اس لئے عام گفتگو بھی پر لطف ہوتی ہر بات میں

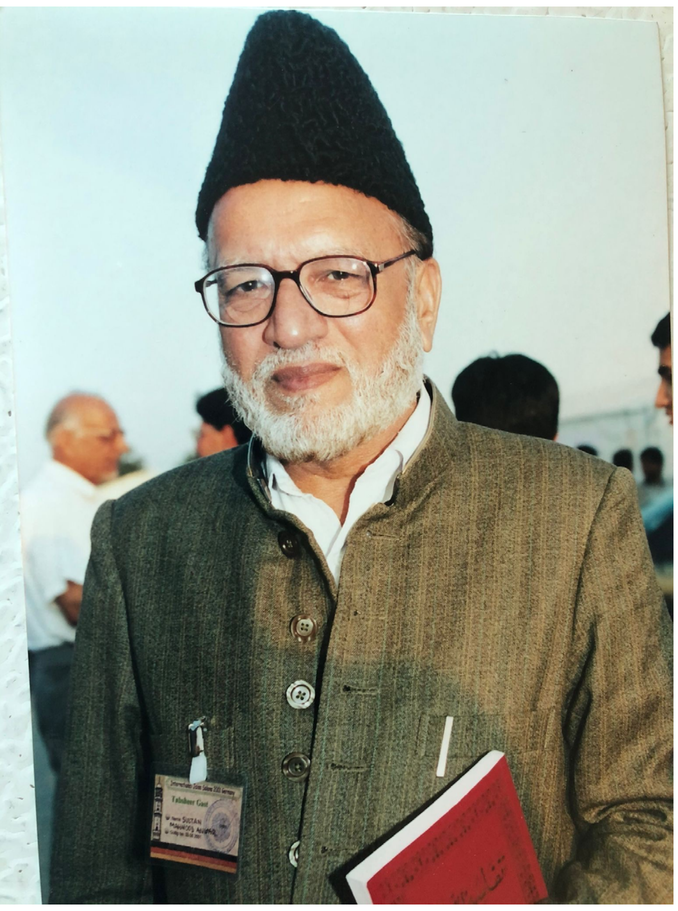

کوئی نہ کوئی چٹکلہ چھوڑ دیتے۔ میری سہیلیوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ ہم چار پانچ سہیلیوں کا ایک گروپ تھا۔ ہم اکثر کسی ایک کے گھر میں کچھ دنوں میں اکٹھی ہوتی تھیں۔ کبھی ون ڈش کر لیتے اور کبھی اچانک ایک ساتھ ہلہ بول دیتے۔ ایک بار ہمارے گھر بھی سب خواتین اچانک آ گئیں۔ مولوی صاحب نماز کے لئے جا رہے تھے۔ ان خواتین میں سے ایک نے کہا میں نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ کہنے لگے میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں آ کر سنوں گا اور پنجابی میں کہا کہ ''تسی کہیڑا چھیتی ٹر جانا ہے'' (آپ نے بھی کون سا جلدی چلے جانا ہے)۔

ان کے اس جواب پہ سب بہت محظوظ ہوئیں۔ اسی طرح اپنی بیٹیوں، بیٹوں اور ان کے دوستوں سے بھی بہت شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ بچوں کو بھی عزت سے بلاتے تھے۔ مذاق مذاق میں نصیحت کی بات کہہ دیتے۔

مالی قربانی میں ہاتھ کھلا تھا اپنی توفیق سے بڑھ کر چندے دیتے تھے۔ غرباء پرور تھے۔

ایک دلچسپ واقعہ یاد آ گیا۔ ان دنوں ہم کراچی میں تھے جب ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ وہاں تشریف لائے۔ حضور نے کچھ رقم مولوی صاحب کو دی کہ اپنے پاس رکھیں اور حضرت بیگم صاحبہ جب بھی کسی چیز کا پیغام بھجوائیں تو ان کو منگوا دیں اور بیگم صاحبہ کو بھی بتا دیا۔ چنانچہ اس پر عمل ہوتا رہا۔ جس دن حضور کی کراچی سے روانگی تھی۔ انہوں نے وہی رقم جو حضور نے دی تھی یہ کہہ کر واپس کرنے کی کوشش کی کہ معمولی رقم خرچ ہوئی ہے اور یہ سعادت مجھے حاصل کرنے دیں۔ حضور نے فرمایا ''سلطان میں تو تمہیں عقلمند آدمی سمجھتا تھا یہ کیا؟ یہ رقم اپنے پاس رکھو تم میرے بینک ہو۔'' مولانا صاحب اس بات کو بہت یاد کرتے تھے اور کہتے تھے ان پیسوں کی برکت سے میں کبھی خالی ہاتھ نہیں ہوا۔ وہ میرے لئے بینک کا کام ہی کرتے ہیں۔

مولانا صاحب کو تقریر کا ملکہ تو تھا ہی اس لئے بات کرنے کا انداز بھی بہت موثر ہوتا تھا۔ شروع زمانے سے بہت مناظرے ہوتے تھے ہمیشہ مخالف فریق کو لاجواب کر دیتے تھے۔ میری ایک عزیز سہیلی جو لاہور میں تھیں انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ ان کے شوہر نے اپنے گھر میں کافی بڑی

مجلس کا اہتمام کیا جس میں کئی غیر از جماعت نامور لوگوں کو بلایا ہوا تھا جو جماعت کے متعلق سوالات کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لئے مولانا صاحب کو مرکز سے بلایا گیا۔ ان خاتون کے شوہر بہت فکر مند تھے کہ سب پروگرام ٹھیک ہوجائے اور کوئی شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ جب مجلس شروع ہوئی تو لوگوں نے سوالات کرنے چاہے۔ مولانا صاحب نے کہا کہ میں پہلے اپنی جماعت کا تعارف کروا دوں پھر آپ جو چاہے سوال کریں۔ انہوں نے بتایا کہ مولانا صاحب نے اتنے اچھے رنگ میں جماعت کا تعارف کروایا کہ سب کہنے لگے کہ ہمارے سوالوں کے جواب ہمیں مل گئے ہیں اس طرح خوش اسلوبی سے یہ مجلس برخواست ہوئی۔

ایک واقعہ بنگلہ دیش جلسہ کا ہے۔ اس جلسے کے لئے مرکزی نمائندہ کے طور پر ان کا انتخاب ہوا۔ اس وقت بنگلہ دیش میں جماعت کی مخالفت بہت زوروں پر تھی۔ کسی ایک جگہ جلسے کے دوران مخالفین ڈنڈے اٹھائے ہوئے بڑی تعداد میں جلسے کے شاملین پر حملہ کرنے کے لئے آگئے۔ مولانا صاحب نے بتایا کہ میں نے خدا کے حضور فریاد کی کہ اے اللہ! میں ہر معاملہ میں خلیفہ کو دعا کے لئے کہتا ہوں جس کے ساتھ تیرا دعائیں قبول کرنے کا وعدہ ہے۔ اس وقت وہ بہت دور ہیں اور میں ان تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکتا۔ ان کا واسطہ دے کر دعا کرتا ہوں کہ اس ہجوم کو تو ہی قابو کر اور جماعت کی حفاظت فرما۔ (مجھے پورا واقعہ تو یاد نہیں) ان کا کہنا تھا کہ اللہ نے میری دعا سنی اور کسی بات پر وہ ہجوم منتشر ہوگیا اور جلسہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ الحمدللہ

مولانا صاحب کو خلیفہ وقت کی دعا پر پورا یقین ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ہمارا بیٹا سلمان جب نو مہینے کا تھا تو اس کو گردن توڑ بخار یا شاید سرسام ہوگیا تھا جس کی وجہ سے یہ تیز بخار میں تھا۔ میں اس کو ڈاکٹر محمودہ نذیر (مرحومہ) کے کلینک پہ لے گئی۔ ابھی کلینک میں داخل ہوئی تھی کہ اس کی گردن اکڑ گئی اور آنکھیں اوپر چڑھ گئیں۔ بچہ میری گود میں ہی تھا۔ ڈاکٹر صاحبہ نے اس کو لے کر بیڈ پہ لٹا دیا اور کہنے لگیں آپ کے اٹھانے سے اس کو آرام نہیں مل رہا بلکہ زیادہ تکلیف ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ بھی فکرمند نظر آ رہی تھیں، میں بھی رو رہی تھی، مولانا صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو فون بک کرایا (اس وقت ڈائریکٹ فون کی سہولت نہیں تھی اور کال بک کروانی پڑتی تھی)۔ جب فون ملا تو حضرت بیگم صاحبہ نے فون اٹھایا تو بتایا کہ حضور تو نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے ہیں۔ آپ پیغام دے دیں میں پہنچا دوں گی۔ مولانا صاحب نے بچے کی کیفیت بتائی اور دعا کی درخواست کی۔ اتنے میں حضور تشریف لے آئے تو کہنے لگیں ٹھہریں حضور آ گئے ہیں۔ انہوں نے حضور سے بات کی تو آپ نے فرمایا ''بچہ ان شاءاللہ ٹھیک ہوجائے گا۔'' مولانا صاحب فون پہ بات ختم کرتے ہی واپس کلینک پہنچے تو ڈاکٹر صاحبہ کمرے سے باہر پریشان کھڑی تھیں، ان کو دیکھ کر کہنے لگیں کہ مجھے خوشی تھی کہ یہ بچہ میرے کلینک میں پیدا ہوا تھا، آپ اس کو دیکھ کر مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیں گے لیکن اب دکھ ہے کہ یہ میرے ہی کلینک میں جا رہا ہے اور میں کچھ نہیں کرسکتی۔ یہ کہنے لگے کہ میں تو ابھی حضور سے بات کر کے آیا ہوں اور انہوں نے فرمایا ہے کہ بچہ ان شاءاللہ ٹھیک ہوجائے گا۔ یہ سن کر وہ ڈاکٹر صاحبہ بھاگتی ہوئیں کمرے میں آئیں اور بچے کو دیکھا۔ اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ جب گردن کو ہلایا تو وہ جو کچھ دیر پہلے تک اکڑی ہوئی تھی آرام سے دائیں بائیں مڑ گئی۔ کہنے لگیں بچہ تو ٹھیک ہوگیا ہے اور بخار بھی اب اتر جائے گا۔ یوں خلیفہ وقت کی دعا سے خدا تعالیٰ نے اس بچے کو صحت اور زندگی عطا فرمائی۔

مولانا صاحب نماز کے خود بھی پابند تھے اور بچوں کو بھی پابندی کرواتے تھے نمازوں میں کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک نماز کے بعد دوسری کی فکر ہوتی تھی۔ گھر میں نماز کے وقت اگر کوئی مرد مہمان آجاتا تو اس کو بھی کہتے کہ چلو پہلے نماز پڑھ آئیں۔ بعض اوقات عجیب بھی لگتا تھا کہ کوئی تھوڑا سا وقت نکال کر آیا ہے اور اس کو آتے ہی یا مسجد ساتھ لے جاتے یا گھر میں باجماعت کا موقع ہوتا تو شامل کر لیتے۔ کہا کرتے تھے کہ کسی کو نماز کے لئے کہنے میں کوئی شرم محسوس کرنے والی بات نہیں ہے۔ نماز کا وقت ہے تو ہر ایک کو احساس ہونا چاہئے کہ نماز پڑھنی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم سے بھی بے حد محبت تھی۔ بہت خوش الحانی سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ بچوں کو بھی صبح فجر کے بعد تلاوت قرآن کریم کی تلقین کرتے رہتے تھے اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ گھر میں قرآن کی تعلیم پر عمل بھی ہو۔ اپنا معمول تھا کہ کم سے کم ایک پارہ روز تلاوت کرتے تھے اور ایک مہینے میں ایک دور مکمل کر لیتے تھے۔ آخری بیماری میں بھی جب خود قرآن کریم پڑھنا مشکل تھا مجھے سنا کہ قرآن پڑھ رہی ہوں تو مجھے کہا کہ مجھے بھی دو میں نے پڑھنا ہے۔ میں نے دیا لیکن وہ پڑھ نہیں سکے اور مجھے واپس کر دیا تو میں نے پوچھا کہ میں پڑھ کر سنا دوں؟ تو کہنے لگے ہاں ضرور! میں نے سورت رحمٰن پڑھ کر سنائی تو بہت خوش ہوئے۔ ہر وقت درود شریف اور دعاؤں کا ورد کرتے رہتے تھے۔ بیماری کے دوران جب ہسپتال میں داخل تھے بے ہوشی کی سی کیفیت میں بھی ہونٹ ہلتے رہتے تھے جیسے کچھ پڑھ رہے ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ ان کا معمول کیا تھا تو ان کو بتایا کہ یہ ہر وقت دعائیں اور درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر بے حد توکل تھا۔ ہر کام خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ جو بھی ہوگا اسی میں بہتری ہوگی۔ ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ربوہ کے ایک صاحب نے مجھے فون کیا کہ میرا بچے کا آپریشن ہونا ہے۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔ میں مولانا صاحب کو دعا کے لئے کہا کرتا تھا۔ اب وہ تو ہیں نہیں لیکن آپ ان کی ساتھی ہیں اس لئے آپ سے دعا کی درخواست کر رہا ہوں۔ میں نے کچھ دن گزرنے کے بعد ان کا حال پوچھنے کے لئے فون کیا تو کہنے لگے آپریشن نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب چھٹی پہ چلے گئے اور آپریشن کی تاریخ آگے کرنی پڑی۔ ساتھ ہی کہنے لگے کہ میں مطمئن ہوں اس لئے کہ مولانا صاحب نے یہ بات مجھے سکھائی تھی کہ جب کوئی کام ہوجائے تو شکر ادا کرو اور نہ ہو تو زیادہ شکر ادا کرو کہ اس میں کوئی بہتری اور خدا کی حکمت ہوگی۔ اس وقت باوجود تکلیف میں ہونے کے انہیں شکر کرنے کا سبق یاد تھا۔ کچھ عرصے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ ان کا آپریشن ہوگیا ہے اور وہ ٹھیک بھی ہیں الحمدللہ

گھر کے ملازمین کے ساتھ بہت شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ یہ غریب لوگ ہیں ان کے دل بھی نازک ہوتے ہیں ان کے ساتھ زیادہ شفقت سے پیش آنا چاہئے۔ میرے پاس اکثر کوئی نہ کوئی بچی ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ ہی رہا کرتی تھی۔ یہ بچیاں گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ مجھ سے قرآن کریم بھی پڑھتیں جو بھی بچی ہوتی اس کو ہمیشہ بیٹی کہہ کر ہی پکارتے تھے۔ کبھی ملازمہ نہیں سمجھا۔ نہ صرف شفقت کا سلوک تھا بلکہ کہا کرتے تھے کہ میں ہمیشہ ان بچیوں کے لئے دعا بھی کرتا ہوں۔ ان کی وفات کے بعد کئی بچیوں نے کہا یہ مولانا صاحب کی دعائیں ہی ہیں جو ہمارے کام آ رہی ہیں اور ہم اپنے گھروں میں اللہ کے فضل سے خوش اور آباد ہیں۔ ایک ملازمہ نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ جب میں امریکہ گئی ہوئی تھی اور مولوی صاحب گھر میں اکیلے تھے تو میں نے سوچا کہ ہمارے باپ کی طرح ہیں اس لئے میں نے کہا کہ میں آپ کے گھر کا کام (صفائی اور کھانا وغیرہ) آکر کر دیا کروں گی تو کہنے لگے کہ نہیں اس کی ضرورت نہیں میں ٹھیک ہوں میری بیگم واپس آئیں گی تو کام پہ آجانا۔ انہوں نے اپنے آرام پر شریعت کے حکم کو ترجیح دی کہ جہاں ایک مرد اور عورت ہوں وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

ان کو جب بھی کوئی دعا کے لئے کہتا تھا تو نام لے کر خصوصی دعا کیا کرتے تھے ہم ایک بار جلسے کے لئے لندن گئے ہوئے تھے وہاں۔ کوئٹہ کی ایک بہن سے (جو اب لندن میں ہیں) ملاقات ہوئی۔ مولانا صاحب کو مل کر بہت پریشانی کا اظہار کیا کہ بیٹے کو کوئی نوکری نہیں مل رہی۔ جہاں بھی درخواست دیتا ہے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ دو دن کے بعد پھر ایک جگہ انٹرویو ہے اس لئے آپ خصوصی دعا کریں۔ انہوں نے اس بچے کا نام وغیرہ لے لیا اور بہت دعا کرتے رہے۔ دو تین دن کے بعد وہ خاتون ملنے آئیں کہ اللہ کے فضل سے بیٹے کو جاب مل گئی ہے۔ الحمدللہ

قبولیت دعا کے واقعات تو بے شمار ہیں لیکن تحریر میں لانا مشکل ہے۔

جماعت کی خدمت کو سب سے بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔ گھر میں بالکل محسوس نہ ہوتا کہ کئی اہم کام ان کے سپرد ہیں رازداری بھی رکھتے۔ میرا رشتہ ایسا تھا کہ ظاہر و باطن ان کی شخصیت کے ہر پہلو کو سمجھتی تھی میں پورے وثوق سے آپ کی بے نظیر اطاعت خلافت کی گواہ ہوں اور دعا گو ہوں کہ آگے آل اولاد میں نسلوں تک اطاعت کا یہ جذبہ سلامت رکھے میری درخواست ہے کہ ہمیں ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آپ کی وفات پر جماعت کے احباب نے کثرت سے بڑی محبت اور خلوص سے آپ کو یاد کیا اور ہمیں بے شمار تعزیتی پیغام ''فون'' واٹس ایپ میسیج اور خطوط موصول ہوئے۔ اس کے لئے شکر گزار ہوں اور اس مشکل وقت میں ساتھ دینے پر سب کے لئے جزائے خیر کی دعا کرتی ہوں۔ سب پیغام تو نہیں لکھ سکتی تاہم ایک سادہ سا بے تکلف اظہار تعلق نے بہت متاثر کیا من و عن پیش ہے:

''مولوی صاحب ایک نہایت ہی بزرگ اور شفیق ہستی تھے خاکسار کو بہت چھوٹی عمر سے آپ کے گھر بطور خادمہ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے مولوی صاحب کو تہجد اور نماز باجماعت کا پابند دیکھا قرآن پاک بہت اچھی آواز میں پڑھتے اور بہت پڑھتے گھر میں ٹی وی پر بے کار پروگرام لگانا پسند نہیں کرتے تھے۔ جماعتی کاموں میں مصروف رہتے۔ لوگوں کے مسائل ہمدردی سے سنتے اور حل کرنے کی کوشش کرتے دھیمی طبیعت تھی جو ملتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ کی بیگم صاحبہ آپ کا بہت خیال رکھتیں آخری بیماری میں جان ڈال کر خدمت کی اللہ انہیں بہت جزا دے مولوی صاحب کے جانے سے لگا جیسے اپنے ابا رخصت ہو گئے ہوں۔ اللہ اونچی جنت عطا فرمائے'' آمین اللّٰھُمَّ آمین

رپورٹ:نورالدین محمد رازی۔ نائب ناظم اعلیٰ اجتماع فلپائن

مجلس خدام الاحمدیہ فلپائن کی نیشنل تقاریب

محض خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ فلپائن کو تیسری سالانہ نیشنل تربیت کلاس اور چوتھے سالانہ اجتماع کے انعقاد کی توفیق ملی۔ ہر دو پروگراموں کا انعقاد مسجد بیت الاحد، زمبوآنگا میں ہوا۔

پانچ روزہ تربیت کلاس کا آغاز 22/ دسمبر 2022ء کو افتتاحی تقریب سے ہوا جس میں تلاوت، نظم اور عہد کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ فلپائن سالیوسا سہود صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ بعد ازاں مکرم طلحہ علی صاحب، نیشنل صدر و مشنری انچارج فلپائن نے بھی شاملین کو قیمتی نصائح سے نوازا۔ تربیتی کلاس میں اطفال اور خدام کے لئے علیحدہ کلاسوں کا انتظام تھا۔متعدد معلمین نے اساتذہ کے فرائض سر انجام دئے جن میں مکرم عبدالحلیم صاحب، مکرم فیصل ہیڈنگ صاحب، مکرم نورالدین رزاری صاحب، مکرم عبدالمخلص صاحب اور مکرم طلحہ علی صاحب شامل تھے۔

پانچ روزہ تربیتی کلاس کے دوران دن کا آغاز تہجد اور فجر کی نمازوں سے ہوتا رہا جس کے بعد قرآن کریم کا درس دیا جاتا۔ ناشتہ کے بعد باقاعدہ کلاسوں کا آغاز ہوتا جو کھانے اور نماز کے وقفے کے ساتھ صبح 8 بجے سے شام 4 بجے تک لگتی رہیں۔ تربیتی کلاس کے دوران جن موضوعات پر لیکچر دیے گئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:نظام خلافت کی اہمیت و برکات، نظام جماعت، جنازے اور تدفین کے مسائل، اسلام اور احمدیت کی تاریخ، مسائل نماز، احمدی نوجوانوں کی اخلاقی ذمہ داریاں، نشہ آور اشیاء سے بچنے کے طریق، صحبت صالحین، مردوں اور عورتوں کے اختلاط کے بارے میں اسلامی تعلیمات وغیرہ۔ اس کے علاوہ اختلافی مسائل پر بھی لیکچر دیے گئے جن میں وفات عیسیٰؑ، ختم نبوت کے حقیقی معنی، صداقت حضرت مسیح موعودؑ اور متعدد اعتراضات کے جوابات شامل تھے۔ اس کے علاوہ روزانہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیانی وقفہ میں سوال جواب کی مجالس کا انعقاد ہوتا رہا جس میں خدام نے دور حاضر میں پیش آنے والے مختلف مسائل کے بارے میں سوالات پوچھے۔ ان مجالس عرفان کو خدام نے بہت پسند کیا۔

تربیتی کلاس میں خاص طور پر نماز اور اس کے ترجمہ پر توجہ دی گئی اور ان کے یاد کرنے کے لئے علیحدہ سے انتظام کیا گیا۔ الحمد للہ، دوران کلاس 5 طلباء جنہیں پہلے سے نماز نہیں آتی تھی نے عربی نماز یاد کی اور 13 طلباء جنہیں پہلے نماز کا ترجمہ نہیں آتا تھا کو لوکل زبان میں نماز کا ترجمہ یاد کرنے کی توفیق ملی۔ تربیتی کلاس میں خدام کے لئے وفات پر غسل اور تدفین کے طریق پر ایک خصوصی سیمینار کا بھی انعقاد کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی تکلیف دہ ایمرجنسی صورتحال میں غسل اور تدفین کے فرائض کی ادائیگی کے لئے خدام موجود ہوں۔ یہ 5 روزہ تربیتی کلاس 23 تا 27/ دسمبر منعقد ہوئی۔

کلاس کے معاً بعد 28-29/ دسمبر 2022ء کو مجلس خدام الاحمدیہ فلپائن کو اپنے چوتھے نیشنل اجتماع کے انعقاد کی توفیق ملی۔ اجتماع میں متعدد تعلیمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ اطفال الاحمدیہ کے تعلیمی مقابلہ جات میں تلاوت، نظم، حفظ قرآن و احادیث و ادعیہ، اذان اور تقریر کے مقابلہ جات ہوئے۔ خدام الاحمدیہ کے تعلیمی مقابلہ جات میں ان مقابلوں کے علاوہ فی البدیہہ تقریر اور ترسّل کا مقابلہ ہوا۔ ترسّل مقامی زبان میں خود سے حمدیہ و نعتیہ نظم لکھنے اور پڑھنے کا طریق ہے۔ ورزشی مقابلہ جات میں اطفال نے سو میٹر دوڑ، تین ٹانگوں کی دوڑ، چمچ میں لیموں رکھ کر چلنا، رسہ کشی، رومال پکڑنا اور پنجہ لڑانے کے مقابلوں میں حصہ لیا۔ خدام کے لئے باسکٹ بال، والی بال، بیڈمنٹن، شطرنج اور رسہ کشی کے مقابلے رکھے گئے تھے۔

تربیتی کلاس اور اجتماع کی مجموعی حاضری 77 تھی جس میں 6 مجالس سے 63 خدام اور 14 اطفال شامل ہوئے۔ پروگرام کے دوران تقریباً تمام خدام و اطفال نے اجتماع گاہ میں قیام کیا اور اس کی بدولت بھی آپس میں دوستیاں اور بھائی چارہ پروان چڑھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پروگراموں کو مجلس خدام الاحمدیہ فلپائن اور تمام جماعت کے لئے بابرکت بنائے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ترجمہ:طلحہ علی۔ نمائندہ الفضل فلپائن)

شادی پر مبارکباد کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی شادی کرتا تو رسول کریمﷺ فرماتے:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي الخَيْرِ

(سنن الترمذی،کتاب النکاح عن رسول اللہﷺ باب ماجاء فیما یقال للمتزوج)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ دونوں (زوجین) پر برکتیں نازل فرمائے اور دونوں کو حسن معاشرت عطا فرمائے۔

نوٹ: اگر دلہن کو دعا دینی مقصود ہو تو لَكِ اور عَلَيْكِ یعنی ك کے نیچے زیر لگا کر دی جائے۔

دعا کا تحفہ

خشیّت اور ایمانِ کامل کی دُعا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس سے اٹھتے تو اپنے لئے اور اپنے صحابہؓ کے لئے یہ دُعا ضرور کرتے:

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنيَا وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَل ثَارَنَا عَلىٰ مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَل مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرحَمنَا

(ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید)

ترجمہ:اے اللہ !اپنی وہ خشیت ہماری قسمت میں رکھ جو ہمارے اور تیری نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں اپنی ایسی اطاعت کی توفیق بخش جس کے ساتھ تو ہمیں اپنی جنت تک پہنچا دے اور ایسا یقین نصیب کر جس سے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان کر دے اور ہمیں اپنے کانوں،اور اپنی آنکھوں اور قوتوں سے فائدہ پہنچا جب تک کہ تو ہمیں زندہ رکھے اور ان قویٰ سے ہمارے وارث پیدا کر۔ جو شخص ہم پر ظلم کرے اُس سے خود ہمارا بدلہ لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اُس کے خلاف ہماری مدد کر ہمیں اپنے دین کے بارہ میں مصیبت میں نہ ڈالنا اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا غم نہ بنا دینا نہ ہی علمی گھمنڈ کو ہمارا روگ بنانا اور ہم پر ایسے لوگ مسلط نہ کرنا جو ہم پر رحم نہ کریں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 135-136)

مرسلہ:عائشہ چوہدری۔ جرمنی

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

انصر عباس۔ نمائندہ الفضل ساؤتومے اینڈ پرنسپ

ساؤتومے میں جماعت احمدیہ کی سولھویں مسجد کا افتتاح

مؤرخہ 14/ جنوری 2023ء کو اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ ساؤتومے کو میکولو گاؤں میں ملک کی 16ویں مسجد ''بیت طاہر'' کے افتتاح کی توفیق دی۔

میکولو گاؤں (Micolo) دارالحکومت ساؤتومے سے شمال میں تقریباً 12 کلومیٹر دور ساحل سمندر پر واقع ہے اور اس گاؤں کی کل آبادی تقریباً 500 نفوس پر مشتمل ہے۔ 2011ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سابق مبلغ انچارج و نیشنل صدر جماعت ساؤتومے مکرم و محترم انوار الحق صاحب کے ذریعے یہاں جماعت کا پودا لگا۔ اس مسجد کی تعمیر کا خرچ مکرمہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ یوکے کی طرف سے ادا کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت دے۔ آمین

یہ مسجد 8 میٹر چوڑی اور 9 میٹر لمبی ہے جس میں 90 افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ 14/ جنوری 2023ء افتتاح کی تاریخ مقرر ہوئی۔ خدام، انصار، لجنہ و ناصرات میکولو نے مسجد کے ارد گرد کے علاقہ کی صفائی کی۔

پروگرام افتتاح

14/ جنوری صبح 10 بجے میکولو جماعت کے تمام احباب نے مہمانوں کا نعرہ تکبیر اور جماعت احمدیہ زندہ باد لگا کر استقبال کیا۔

تلاوت قرآن پاک مکرم سلیمان یوسف صاحب معلم سلسلہ نے کی۔ مکرم فریڈ رونالڈو صاحب نے نظم ''ہے دست قبلہ نما'' بہت ہی خوبصورت آواز کے ساتھ پیش کی۔ اس کے بعد مکرم صدر صاحب جماعت میکولو مکرم ننینی صاحب نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ لوکل مشنری مکرم عبداللہ رودریگیز صاحب نے جماعت کو مسجد آباد رکھنے کی تلقین کی۔

ریجنل مبلغ گوادالوپ مکرم صداقت احمد طاہر صاحب نے مسجد اور نماز کی اہمیت کے حوالے سے چند نصائح کیں۔ آخر پر خاکسار انصر عباس مبلغ انچاج و صدر جماعت ساؤتومے نے تمام احباب جماعت کو مسجد اور خلافت سے محبت کے حوالہ سے نصائح کیں اور اختتامی دعا کروائی۔ تمام شاملین کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔ اس پروگرام میں 16 جماعتوں سے 90 احباب شامل ہوئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شاملین کے ایمان و ایقان میں ترقی دیتا چلا جائے۔ یہ مسجد نمازیوں سے بھر جائے اور جماعت کی ترقی میں اہم کردار ادا کرے۔ آمین

فقہی کارنر

نماز استخارہ، ایک سنت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام استخارہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آج کل اکثر مسلمانوں نے استخارہ کی سنت کو ترک کر دیا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش آمدہ امر میں استخارہ فرمالیا کرتے تھے۔ سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ تھا۔ چونکہ دہریت کی ہوا پھیلی ہوئی ہے اس لئے لوگ اپنے علم وفضل پر نازاں ہو کر کوئی کام شروع کر لیتے ہیں اور پھر نہاں در نہاں اسباب سے جن کا انہیں علم نہیں ہوتا نقصان اُٹھاتے ہیں۔ اصل میں یہ استخارہ ان بد رسومات کے عوض میں رائج کیا گیا جو مشرک لوگ کسی کام کی ابتدا سے پہلے کیا کرتے تھے لیکن اب مسلمان اُسے بھول گئے حالانکہ استخارہ سے ایک عقل سلیم عطا ہوتی ہے۔ جس کے مطابق کام کرنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگ کوئی کام خود ہی اپنی رائے سے شروع کر بیٹھتے ہیں اور پھر درمیان میں آ کر ہم سے صلاح پوچھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جس علم وعقل سے پہلے شروع کیا تھا اسی سے نبھائیں۔ اخیر میں مشورے کی کیا ضرورت؟

(بدر 13/ جون 1907ء صفحہ 3)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

خوشبو لگانے کا درست طریق

خوشبو کا استعمال سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خوشبو کا استعمال فرماتے جس سے آپؐ کے جسم مبارک سے بھینی بھینی خوشبو آتی رہتی تھی۔

خوشبو اور اس کا استعمال بھی اپنی ذات میں ایک باب ہے جس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ان کے مطابق:

1. خوشبو جسم کے ظاہری حصوں میں سے نرم حصوں پر لگانی چاہئے۔ جیسے گردن کے سامنے کا حصہ، کان کی پُشت میں، ہاتھوں کی کلائی وغیرہ پر۔ خوشبو لگا کر ذرا rub کر لیں۔
2. خوشبو کا استعمال تھوڑی تعداد میں کرنا چاہئے۔
3. خوشبو ایسے کپڑوں پر لگائی جائے جو روزمرّہ استعمال کے بعد دُھل جانے ہوتے ہیں۔
4. خوشبو کا استعمال کوٹ، اوورکوٹ، ویسٹ کوٹ یا بُرقعہ پر نہ کیا جائے کیونکہ یہ لانڈری کے لئے کم جاتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد یہ خوشبو بدبو میں بدل جاتی ہے۔
5. ایک خوشبو لگانے کے بعد اس پر دوسری کوئی اور خوشبو لگانے سے اجتناب برتا جائے۔ دو یا تین خوشبوئیں مل کر ایک ملغوبہ سا بن جاتی ہیں جو بالآخر بدبو میں بدل جاتی ہیں۔
6. اگر اگلے روز دوبارہ خوشبو لگانا محسوس ہو تو پہلے والی خوشبو کا ہی استعمال کیا جائے۔

(امبرین نعیم۔ بحرین)

طلوع وغروب آفتاب

24/ فروری 2023ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:29	18:23
مدینہ منورہ	05:31	18:21
قادیان	05:41	18:22
ربوہ	05:20	18:02
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:29	17:34